صرف احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

جون ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

اِک چاند مُعلّق ہے ستاروں کے سہارے

آج سے تقریباً چالیس برس پہلے بعض (وفات یافتگان) کی یاد میں کچھ شعر کہے تھے مگر نظم مکمل نہ ہو سکی اور رفتہ رفتہ تقریباً بھول ہی چکی تھی کہ اب آصفہ بیگم کی وفات نے اس مٹتی ہوئی یاد کو اُجاگر کر دیا اور سب نہیں تو اکثر شعر یاد آ گئے۔ اب ان میں کچھ اضافہ کے ساتھ نظم مکمل کر لی ہے جو بھجوا رہا ہوں۔ والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

۱۹-۴-۱۳۷۱ / ۱۹۹۲ء

ہے حُسن میں ضَو غم کے شراروں کے سہارے ✤ اِک چاند مُعلّق ہے ستاروں کے سہارے

اِک شعلہ سا لرزاں ہے سرِ گورِ تمنّا ✤ اِک غم جئے جاتا ہے مزاروں کے سہارے

تو رُوٹھ کے امّیدوں کا دل توڑ گیا ہے ✤ اے میری اُمنگوں کے سہاروں کے سہارے

ناداری میں ناداروں کے رکھوالے تھے کچھ لوگ ✤ بخشش کے بھکاری گنہگاروں کے سہارے

سُکھ بانٹتے پھرتے تھے مگر کتنے دُکھی تھے ✤ بے چارگیٔ غم میں بچاروں کے سہارے

مرتے ہیں جب اللہ کے بندوں کے نگہباں ✤ کون ہوتے ہیں خود اُن کے دُلاروں کے سہارے؟

وہ ناؤ خدا بنتا ہے خود جس کا کھِویّا ✤ پاگل ہے کہ ڈھونڈے وہ کناروں کے سہارے

کانٹوں نے بہت یاد کیا اُن کو خزاں میں ✤ جو گُل کبھی زندہ تھے بہاروں کے سہارے

کیا ان کا بھروسہ ہے جو دیتے تھے بھروسے ✤ لو۔ مر گئے جیتے تھے جو پیاروں کے سہارے

دیکھو! مِرے سب پیاروں کو تھا تم سے بہت پیار ✤ میرے ہی نہیں، تم تھے ہزاروں کے سہارے

آ بیٹھ مرے پاس۔ مِرا دستِ تہی تھام

مت چھوڑ کے جا۔ درد کے ماروں کے سہارے

اداریہ

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است

کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ انسانیت کس قدر دکھ اور تکلیف میں مبتلاء ہے۔ اور کس طرح انسان انسان کی تذلیل کر رہا ہے۔ اگر آپ اس کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو اس کے مناظر آپ کو ارد گرد، گلیوں میں، گاؤں میں، شہر میں اور پورے عالم انسانیت میں نظر آجائیں گے کہ انسان کس طرح دوسرے انسان کے استحصال میں مصروف ہے۔ بڑے ملک چھوٹے ملکوں کا، امیر غریبوں کا، آجر اجیر کا، آقا مزدور کا، مالک نوکر کا، اور صاحب اقتدار اپنے محکوم طبقے کا استحصال و تذلیل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اس عالم نفسا نفسی میں صرف وہی انسان کہلانے کا حق رکھتا ہے جو دل و جان سے خدمت انسانیت اور احترام انسانیت پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور احترام انسانیت کے تقاضوں کو اپنے قول، فعل، عمل سے پورا کرتا ہے اور ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح قعر مذلت میں گری ہوئی مخلوق کو اپنے عمل سے اوج ثریا پر پہنچائے۔ اور اس کا ایک طریق یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کی خدمت میں کمر بستہ ہو جائے۔

آپ دیکھیں کہ آپ کے ارد گرد لوگ کس طرح دکھوں میں مبتلا ہیں اور آپ کس طرح ان کو ان دکھوں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اس کی عیادت کر کے، اگر کوئی فوت ہو گیا ہے تو اپنی اقدار کو فراموش نہ کرتے ہوئے اس کے دکھ میں شریک ہو کر، اگر کوئی طالب علم ہے تو اس کی تعلیم میں مدد کر کے یا اس کی ضرورت کو پورا کر کے، اگر کوئی مفلس ہے تو اس کی مالی اعانت کر کے۔

یہ سب کچھ اگر آپ کر لیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی یہ خدمت آپ کو مخدوم بنا دے گی کیونکہ یہی ہمارے آقا سیدنا حضرت مہدی موعود کا پاک نمونہ ہے اور یہی تعلیم ہے۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

توکل کا مینار۔ نورالدین......

(تحریر: مکرم فرید احمد صاحب نوید)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اسے خیال بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے"۔ (سورۃ الطلاق آیت ۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں تو آپ کی حیات مبارکہ اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔
آپ کی تمام زندگی ایسے عظیم الشان واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جنہیں پڑھ کر عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ انسانی ذہن یہ سوچنے سے قاصر رہ جاتا ہے کہ کس قدر توکل آپ کو اپنے خالق حقیقی پر تھا۔

آپ کی تعریف میں حضرت مسیح موعود کا یہ شعر کافی ہے کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

یعنی یہ بات کس قدر خوشی کی ہوگی کہ اگر جماعت کا ہر فرد نور دین کی طرح بن جائے۔ لیکن یہ بات اسی وقت ہوسکتی ہے جب ہر ایک دل یقین کے نور سے بھرا ہوا ہو۔

اور یہ بات حقیقت ہے کہ آپ کا دل خدا تعالیٰ کے نور سے روشن تھا اور توکل علی اللہ کا بحر بیکراں اس میں موجزن تھا۔ اسی بحر بیکراں کی تہہ سے چند نایاب موتی اس وقت پیش خدمت ہیں جنہیں پڑھ کر آپ کے توکل کے بلند معیار کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے جہلم سے دلی جانا تھا۔ اس سفر میں آپ کے توکل نے عجیب رنگ دکھایا۔ اس کا حال بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:
"کہ میں جہلم اسٹیشن پر پہنچا اور کسی سے دریافت کیا کہ لاہور کا تھرڈ کلاس کا کیا کرایہ ہے؟۔ معلوم ہوا کہ پندرہ آنے۔ اپنے کوٹ کی جیب میں دیکھا تو صرف پندرہ آنے ہی پڑے تھے۔ میں نے ٹکٹ لیا اور لاہور پہنچا۔ یہاں بڑا رش تھا۔ ٹکٹ کا ملنا محال تھا اور میری جیب میں تو کوئی پیسہ بھی نہ تھا۔ ایک پادری جن سے کسی مرض کے متعلق طبی مشورہ دینے کے سبب میری پہلے سے جان پہچان تھی سٹیشن پر مل گئے ان کا نام گولک ناتھ تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ ٹکٹ تو بڑی مشکل سے ملے گا۔ میں نے کہا کہ مجھے دہلی جانا ہے۔ اس نے کہا میں جاتا ہوں اور ٹکٹ کا انتظام کرتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور بہت ہی جلد ایک ٹکٹ دہلی کا لے آئے۔ میں نے ٹکٹ ان سے لیا اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو پادری صاحب کہنے لگے آپ

میری ہتک نہ کریں۔ معاف کریں میں اس کے دام نہ لوں گا"۔

یوں خدا نے اپنے متوکل بندے کے لئے خود ٹکٹ کا انتظام فرمادیا۔

اسی طرح محترم حکیم محمد صادق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ:

"ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو جب بھوک اور پیاس نے ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی ٹھہرو! ٹھہرو! جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور اسے پکایا۔ گھر سے یہ پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی ابھی بہت ہے۔ آپ کھالیں چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا"۔

فرمایا کرتے تھے "کہ اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پوری کروں گا۔ کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے"۔ یقیناً ایسا خدا تعالیٰ کے متوکل بندوں کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عرفانی صاحب نے یہ بیان فرمایا ہے "کہ حضرت مسیح موعود...... گورداسپور ایک مقدمہ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود...... نے وہاں سے کہلا بھیجا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب فوراً پہنچ جائیں۔ چنانچہ میں اور حضرت مولوی صاحب دو بجے بعد دوپہر یکہ پر بیٹھ کر بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ شیخ صاحب نے مجھے کہا کہ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ "خدا کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا"۔ آج ہم بے وقت چلے ہیں پتہ چل جائیگا کہ رات کو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔

بٹالہ میں مقامی جماعت کی طرف سے ایک مکان بطور مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ اس میں ہم دونوں چلے گئے۔ حضرت مولوی صاحب وہاں ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور کتاب پڑھنے لگ گئے۔ اس وقت اندازاً شام کے چھ بجے کا وقت ہوگا۔ اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آج مولوی نورالدین صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں وہ کہاں ہیں؟۔ میں نے کہا وہ یہ لیٹے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا حضور! میری ایک عرض ہے کہ آج شام کی دعوت میرے ہاں قبول فرمائیے۔ میں ریلوے میں ٹھیکیداری کرتا ہوں اور میری بیلسٹ ٹرین کھڑی ہوئی ہے اور میں نے امرتسر جانا ہے۔ میرا ملازم حضور کے لئے کھانا لے آئیگا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی بات تو صحیح ہو گئی اور انہیں خدا نے واقعہ میں کھانا بھجوادیا"۔

اور صرف ایسے واقعات ہی نہیں ہوئے بلکہ

بعض واقعات تو معجزات کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایسے معجزات جنہیں کئی لوگوں نے مشاہدہ بھی کیا۔ مثلاً یہ واقعہ دیکھئے۔

"جموں میں حاکم نامی ایک ہندو پنساری رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ آپ کو نصیحتاً کہا کرتا تھا کہ آپ ہر ماہ کم از کم ایک صد روپیہ پس انداز کرلیا کریں۔ یہاں بعض اوقات اچانک مشکلات پیش آجایا کرتی ہیں۔ مگر آپ اسے یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے خیالات لانا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ ہم پر انشاءاللہ کبھی مشکلات نہ آئیں گی۔ جس روز آپ کو ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس ملا وہ ہندو پنساری آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب! شاید آج آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہوگی۔ آپ نے فرمایا تمہاری نصیحت کو میں جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ آپ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ خزانہ سے چار سو اسی روپے کی ایک رقم آپ کی خدمت میں اس چٹھی کے ذریعہ پہنچادی گئی کہ یہ آپ کی ان دنوں کی تنخواہ ہے جو اس ماہ میں سے گزر چکے ہیں۔ اس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ "کیا نورالدین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا"۔ ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے آپ کے پاس اپنے جیب خرچ کا بہت سا روپیہ بھجوایا اور معذرت بھی کی کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہ تھا ورنہ ہم اور بھی بھجواتے۔ اس روپیہ کو دیکھ کر تو اس پنساری کا غضب اور بھی بڑھ گیا۔ آپ اس وقت ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے کے مقروض بھی تھے اور اسے اس قرض کا علم تھا۔ اس قرض کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا بھلا یہ تو ہوا جن کا آپ نے قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے۔ وہ اپنا اطمینان کئے بغیر آپ کو کیسے جانے دیں گے۔ ابھی اس نے یہ بات ختم ہی کی تھی کہ قارض کا ایک آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے۔ میرے آقا فرماتے ہیں کہ "مولوی صاحب کو تو جانا ہے۔ ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا۔ تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کردو اور جس قدر ان کو روپیہ کی ضرورت ہو، دیدو اور اسباب کو وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اطمینان سے بحفاظت پہنچادو"۔ آپ نے فرمایا کہ:

"مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔ خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے۔ میرے پاس روپیہ کافی سے زیادہ ہے اور اسباب میں ساتھ ہی لے جاؤں گا"۔

آپ فرماتے ہیں:

"غالباً اس وقت میرے پاس بارہ سو یا اس سے بھی کچھ زیادہ روپیہ ہاتھ آگیا تھا۔ وہ ہندو پنساری کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ پرمیشر کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہی ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے دکھ اٹھاتے ہیں تب کہیں بڑی دقت سے روپے کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ بھلا اور تو ہوا اس احمق کو دیکھو اپنے روپے کا مطالبہ تو نہ کیا اور دینے کو تیار ہوگیا"۔

آپ فرماتے ہیں:

"میں نے کہا اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے۔ ہم اس کا روپیہ انشاءاللہ جلد ہی ادا کردیں گے۔ تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے"۔

اور سچ بھی یہی ہے کہ اس قسم کے راز صرف

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہی سمجھتے ہیں دنیا دار لوگ نہیں!

آپ کا مکمل انحصار اپنے خدا پر تھا اور دوسرا کوئی سہارا آپ کو راس آہی نہیں سکتا تھا۔

آپ کے ایک شاگرد ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

"ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب کشمیر سے راولپنڈی کے راستہ سے واپس آرہے تھے کہ دوران سفر روپیہ ختم ہوگیا۔ میں نے اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا یہ گھوڑی چار پانچ صد روپے میں بیچ دیں گے فوراً بک جائے گی اور خرچ کے لئے کافی روپیہ ہوجائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپے میں خریدی تھی۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ گھوڑی کو درد قولنج ہوا اور راولپنڈی پہنچ کر وہ مر گئی۔ ٹانگے والوں کو کرایہ دینا پڑا۔ آپ ٹہل رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ ٹانگے والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجہ میں فرمایا کہ نورالدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اب اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا۔ اس نے ہمیں اتنی رقم دے دی کہ جموں تک کے اخراجات کے لئے کافی ہوگئی"۔

آپ نے کبھی ضرورت سے بڑھ کر روپیہ جمع کر کے نہیں رکھا اور ہر معاملے میں خدا پر انحصار کیا۔

محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے فرمایا کرتے تھے کہ جتنا موقع مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی صحبت میں رہنے کا ملا ہے بہت کم لوگوں کو اتنا ملا ہوگا۔ آپ نے بارہا ایک قرض کی ادائیگی کا ذکر فرمایا لیکن یہ کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ قرض حضور نے کس طرح ادا فرمایا۔ حضور کا زمانہ گزر گیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا زمانہ آیا اس میں سے بھی کافی عرصہ گزر گیا اور میں نے جب قرآن مجید کی انگریزی تفسیر کی طباعت کے سلسلہ میں لاہور آنا شروع کیا تو ایک مرتبہ جناب ملک غلام محمد صاحب قصوری کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس قرض کی ادائیگی کا ذکر چل پڑا۔ محترم ملک صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب جب سیاسی حالات کے تحت مہاراجہ جموں کشمیر کی ملازمت سے الگ کئے گئے تو بعد میں حالات کے سدھرنے پر مہاراجہ صاحب کو خیال آیا کہ مولوی صاحب ایک بہت بڑے حاذق طبیب تھے۔ ان کو ملازمت سے علیحدہ کرنے میں ہم سے ظلم اور ناانصافی ہوئی ہے۔ انہیں واپس لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ سے جب عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا اب میں ایسی جگہ پہنچ چکا ہوں کہ اگر مجھے ساری دنیا کی حکومت بھی مل جائے تو میں اس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چونکہ مہاراجہ صاحب کو اس ناانصافی کا شدت سے احساس تھا اس لئے انہوں نے اس کا ازالہ کرنے کی یہ تجویز کی کہ اب کی مرتبہ جنگلات کا ٹھیکہ صرف اس شخص کو دیا جائے جو منافع کا نصف حصہ حضرت مولوی صاحب کو ادا کرے۔ چنانچہ اسی شرط کے ساتھ ٹنڈر طلب کئے گئے۔ جس شخص کو ٹھیکہ ملا اس نے جب سال کے بعد اپنے منافع کا حساب کیا تو اسے تین لاکھ نوے ہزار روپیہ کا منافع ہوا۔ جس کا نصف ایک لاکھ پچانوے ہزار بنتا تھا اور اسی قدر حضور کے ذمہ قرض تھا۔ چنانچہ جب یہ روپیہ

حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے فرمایا یہ روپیہ ریاست میں واپس لے جا کر فلاں سیٹھ صاحب کو دے دیا جائے۔ ہم نے اس کا قرض دینا ہے۔ دوسرے سال مہاراجہ نے پھر اسی شرط پہ ٹھیکہ دیا۔ لیکن جب اس سال منافع کا نصف حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے لینے سے انکار کر دیا کہ نہ اس کام میں میرا سرمایہ لگا نہ میں نے محنت کی میں اس کا منافع لوں تو کیوں لوں؟ ٹھیکیدار نے کہا جناب! مجھے تو یہ ٹھیکہ ملا ہی اس شرط پہ تھا۔ آپ ضرور اپنا حصہ لے لیں ورنہ آئندہ مجھے ٹھیکہ نہیں ملے گا۔ حضور نے فرمایا کہ اب خواہ کچھ ہی ہو میں یہ روپیہ نہیں لوں گا۔ اس نے کہا کہ پھر پچھلے سال کیوں لیا تھا؟۔ فرمایا وہ تو میرے رب نے اپنے وعدے کے مطابق میرا قرض اتارنا تھا جب وہ اتر گیا تو اب میں کیوں لوں۔ اس پر وہ ٹھیکے دار واپس چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ بھی عجیب انداز سے آپ کی مدد کیا کرتا تھا۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ ہمیں یتیموں اور بیواؤں کا خرچ دینے کے لئے تین سو روپے کی ضرورت تھی۔ گھر میں بھی خرچ دینا تھا۔ بخاری کا درس دے رہا تھا اور یہ فکر بھی دامن گیر تھا۔ اسی وقت چٹھی رساں تین سو روپے کا منی آرڈر لایا اور وہ منی آرڈر ایسے شخص کی طرف سے تھا جو میرا واقف بھی نہ تھا۔ چنانچہ وہ سب ہم نے باہر ہی تقسیم کر دیا۔ کسی کو دس، کسی کو بیس، باقی پانچ روپے بچے جو بیوی کو جا کر دیئے کہ لو بیوی تم بھی موج اڑا لو"۔

محترم صوفی عطاء محمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ عید کی صبح کو حضرت مولوی صاحب نے غرباء میں کچھ کپڑے تقسیم کئے۔ حتیٰ کہ اپنے استعمال کے کپڑے بھی دے دیئے۔ گھر والوں نے عرض کی کہ آپ عید کیسے پڑھیں گے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ خود میرا انتظام کر دے گا یہاں تک کہ عید کے لئے روانہ ہونے میں صرف پانچ سات منٹ رہ گئے۔ عین اسی وقت ایک شخص حضرت کے حضور کپڑوں کی گٹھری لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے وہ کپڑے لے کر فرمایا دیکھو ہمارے خدا تعالیٰ نے عین وقت پر ہمارے لئے کپڑے بھیج دیئے"۔

سبحان اللہ! کیا توکل تھا اپنے قدیر خدا پر اور کیا ہی پیارا انداز تھا خدا تعالیٰ کا آپ کو سامان پہنچانے کا۔ حضرت مسیح موعود کا یہ مصرعہ ہزاروں مرتبہ خلیفہ اول کی ذات مبارک میں پورا ہوا کہ

؎ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

یہ تھا آپ کے توکل کا اعلیٰ مقام اور یہ تو ابھی صرف چند واقعات ہیں جو آپ کی سیرت میں سے منتخب کئے گئے ہیں ورنہ آپ کا تو ایک ایک لمحہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے گزرا تھا۔

آپ کو اس بات پر کامل یقین تھا کہ

"خدا تعالیٰ نورالدین کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا"

اور اسی یقین کے ساتھ آپ نے ایک دفعہ فرمایا "دیکھو میری دعائیں عرش میں بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے"۔

بقیہ صفحہ 11

گنیز بک آف ریکارڈ

دنیا کے اخبار

دنیا کے حیرت انگیز ریکارڈز شہرہ آفاق گنیز بک سے انتخاب

دنیا کا سب سے بھاری اخبار جس کا وزن 7 کلو ہوتا ہے!

سو سال سے ایک ہی اخبار کے مخصوص صفحے پر ایک ہی کمپنی کا اشتہار

ایک کالم نگار جس کے کالم 12 سو سے زائد اخبارات میں شائع ہوئے

قدیم ترین اخبارات

ایک ایسے اخباری پمفلٹ کی ایک کاپی اب بھی محفوظ ہے جو کولون جرمنی میں 1470ء میں شائع ہوئی تھی۔ دنیا کا وہ قدیم ترین اخبار جو آج بھی شائع ہوتا ہے سوئیڈن کا سرکاری جرنل INRIKES TIDNINGAR PSOTOCH ہے۔ یہ اخبار 1645ء میں قائم کیا گیا تھا اور اسے سوئیڈن کی رائل اکیڈمی آف لیٹرز شائع کرتی ہے۔ دنیا کا سب سے پرانا تجارتی بنیادوں پر شائع ہونے والا اخبار جس کی اشاعت آج بھی جاری ہے۔ OPRECHTE HAARLEMSCHE COURANI HAARIFMS DAGBIAD ہے۔ یہ اخبار ہارلیم، ہالینڈ سے شائع ہوتا ہے۔ 8 جنوری 1656ء کو شائع ہونے والا اس اخبار کا شمارہ اب بھی محفوظ ہے۔

برطانیہ کا قدیم ترین اخبار "بیروز سسٹر جرنل" ہے۔ پہلے اس کا نام "ورسسٹر پوسٹ مین" تھا۔ یہ اخبار ورسسٹر کے مقام سے شائع ہوتا ہے۔ روایتی طور پر اس اخبار کی بنیاد 1690ء میں ڈالی گئی تھی تاہم جون 1709ء سے یہ بطور ہفت روزہ منظر عام پر آرہا ہے۔ اس اخبار کی مکمل فائل موجود نہیں ہے۔ "لندن گزٹ" جو پہلے "آکسفورڈ گزٹ" کہلاتا تھا پہلی بار 16 نومبر 1665ء کو شائع ہوا تھا اور 1788ء میں اس نے اپنا نام بدل کر "دی ٹائم" رکھ لیا تھا۔ وہ برطانوی اخبار جو ایک ہی نام سے قدیم ترین تاریخ سے اب تک شائع ہوتا چلا آرہا ہے وہ "اسٹام فورڈ مرکری" ہے۔ روایتی طور پر یہ اخبار 1695ء میں شروع ہوا تھا تاہم 1712ء سے اس کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوئی تھی بلفاسٹ سے شائع ہونے والے "نیوز لیٹر" کی ابتدائی معلوم اشاعت کی تاریخ 6 مارچ 1738ء ہے اور یہ 1855ء سے بطور روزنامہ شائع ہو رہا ہے۔ ہفتہ میں ایک روز اتوار کو شائع ہونے والا قدیم ترین اخبار "دی آبزرور" ہے جس کا پہلا شمارہ 4 دسمبر 1791ء کو جاری کیا گیا تھا۔

سب سے بڑے اخبارات

دینا بھر میں جتنے بھی اخبار شائع ہوتے ہیں ان میں سب سے وزنی اخبار "سنڈے نیویارک ٹائمز" ہوتا ہے۔ اگست 1987ء تک اس اخبار کی ایک کاپی کا وزن 6.25 کلو گرام تک پہنچ گیا تھا اور اس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ اخبار کا وزن بتدریج 7.7 کلو گرام تک پہنچ سکتا ہے۔ اب تک کسی اخبار نے جو سب سے بڑا صفحہ استعمال کیا ہے اس کی لمبائی 51 انچ اور چوڑائی 35 انچ تھی اور اخبار تھا "دی کانسٹیلیشن" اتنے بڑے صفحہ کا اخبار 1859ء میں جارج رابرٹس نے شائع کیا تھا اور اس خصوصی اشاعت کا اہتمام نیویارک سٹی میں 4 جولائی کو یوم آزادی کی تقریبات کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ برطانیہ کا سب سے بڑا اخبار (سائز کے لحاظ سے) "وز سسٹر شائر کرنیکل" تھا۔ 16 فروری 1859ء کی ایک کاپی آج بھی محفوظ ہے۔ جس کے صفحہ کی لمبائی سوا 32 انچ اور چوڑائی ساڑھے 22 انچ ہے۔

سب سے چھوٹے اخبار

دنیا کا مختصر ترین اخبار کا اعزاز "ڈیلی بینر" کو حاصل ہے۔ اس اخبار کا صفحہ تین انچ لمبا اور پونے چار انچ چوڑا تھا۔ اس اخبار کے قاری کو ہر ماہ 25 سینٹ ادا کرنے ہوتے تھے۔ یہ اخبار روز برگ اور یگان امریکہ سے شائع ہوا کرتا تھا اور اس کے یکم اور 2 فروری 1876ء کے شمارے اب بھی محفوظ ہیں۔ لندن کے میسرز کار اینڈ کمپنی کی جانب سے 1888ء میں شائع ہونے والا "انسرز ٹو کورسپونڈنٹس" کی لمبائی ساڑھے تین انچ اور چوڑائی ساڑھے چار انچ تھی۔ برٹش لائبریری کی نیوز پیپر لائبریری میں "وٹ فورڈ نیوز اینڈ ایڈورٹائزر" کی یکم اپریل 1899ء کی ایک کاپی محفوظ ہے جس کی لمبائی 9.2 انچ اور چوڑائی 9.3 انچ ہے۔

سب سے مہنگے اخبار

برطانیہ کے گراں ترین اخبارات "دی آبزرور" اور "دی سنڈے ٹائمز" سمجھے جاتے ہیں جن کی قیمت 60 پینس تھی۔ اخبارات کی یہ قیمت 1955ء کی گنیز بک آف دی ریکارڈز کی قیمت سے دوگنی تھی۔

سب سے زیادہ اخبارات

دینا بھر میں سب سے بڑی تعداد میں اخبارات امریکہ میں شائع ہوتے ہیں جہاں انگریزی زبان میں شائع ہونے والے روزناموں کی کل تعداد یکم فروری 1989ء تک ایک ہزار چھ سو بیالیس تھی۔ اس وقت امریکہ کے مختلف علاقوں سے شائع ہونے والے تمام اخبارات کی کل مجموعی اشاعت 6 کروڑ ستائیس لاکھ یومیہ تک پہنچ گئی تھی۔ امریکہ میں اخبارات کی سب سے زیادہ تعداد 1910ء میں تھی جب اعداد و شمار دو ہزار دو سو دو کو پہنچ گئے تھے۔ دنیا بھی میں سب سے زیادہ اخبارات پڑھنے والے سوئیڈن کی باشندے ہیں جہاں ایک ہزار شہری کے لئے 580 اخبارات فروخت ہوتے ہیں اس کے مقابلہ میں برطانیہ میں ایک ہزار شہریوں کے لئے فروخت ہونے والے اخبارات کی تعداد 410

ہے۔

طویل ترین ایڈیٹر شپ

نساؤ بہاماس کے سرایٹین ڈوپوچ (پیدائش 16 فروری 1899ء) کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ وہ یکم اپریل 1919ء سے 1972ء تک "دی ٹربیون" کے ایڈیٹر انچیف کے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد بھی ایڈیٹر شپ سے ان کو فارغ نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ اب بھی اخبار کے کنٹری بیوٹنگ ایڈیٹر ہیں اور اس طرح بطور مدیر یکم اپریل 1989ء کو وہ اپنی مدیرانہ زندگی کے 71 ویں سال میں داخل ہو گئے تھے۔ برطانیہ کے کسی قومی اخبار میں سب سے طویل عرصے تک ادارت کے فرائض نبھانے والے سی پی اسکاٹ (1846ء۔1932ء) تھے۔ جنہوں نے 59 سال تک "دی مانچسٹر گارجین" کی ایڈیٹری کی۔ 1872ء میں 26 سال کی عمر میں ان کا تقرر ہوا تھا۔

طویل ترین عرصہ تک جاری فیچر

لیور پول کے ایرک ہارڈ مقامی "ڈیلی پوسٹ" میں ہر ہفتہ باقاعدگی سے کنٹری سائڈ کے عنوان سے فیچر لکھتے ہیں اور ان کا یہ فیچر مسلسل 63 ویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔

البرٹ ای پول (پیدائش 1909ء "لنکن شائر" اور "ساؤتھ ہمبر سائڈ (سابق ہل) ٹائمز" میں مارچ 1923ء سے جزوقتی (پارٹ ٹائم) صحافی کے طور پر کام کر رہے تھے۔ وہ اسی حیثیت میں 26 جولائی 1985ء تک کام کرتے رہے حتیٰ کہ اس روز کے بعد یہ اخبار دم توڑ گیا۔

سب سے زیادہ مقبول عام کالم نگار

1987ء میں این لینڈرز (سابقہ ایبی لیڈرر پیدائش 1920ء) کے کالم بارہ سو سے زائد اخبارات کی زینت بنے ان اخبارات کے قارئین کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 9 کروڑ ہے۔ اس خاتون کی صرف ایک ہی سنجیدہ حریف تھی جو اس کی ہمشکل جڑواں بہن تھی اور ڈیر ایبی کے نام سے کالم لکھتی تھی اس کا اصل نام مسز پارلین فلپس تھا۔ مسز پارلین بیرولی ہلز، کیلی فورنیا میں رہائش پذیر تھی۔

اولین کارٹون اسٹرپ

بیشتر اخبارات میں قلمی تصویروں کی مدد سے پتلے کالموں میں چھوٹی چھوٹی کہانیاں قسط وار شائع کی جاتی ہیں مثلاً ٹارزن یا منڈریک کی کہانیاں آپ نے بھی پڑھی ہونگی۔ اس کے کارٹون اسٹرپ کا سب سے پہلا تجربہ نیویارک جرنل میں 18 اکتوبر 1896ء کو کیا گیا تھا جس کا عنوان "دی یلو کڈ" تھا۔

طویل ترین عرصہ تک جاری کارٹون اسٹرپ

اخباری دنیا میں سب سے طویل عرصہ تک مقبول عام کامک اسٹرپ "کاٹزن جامر کڈز" (ہنر اینڈ

فرٹنز) تھا۔ اس کارٹون والی کہانی کے خالق رڈولف ڈرکس تھے اور یہ کہانی پہلی بار نیو پارک جرنل 12 دسمبر 1897ء میں شائع ہوئی تھی۔

مقبول ترین کارٹون اسٹرپ

کیلی فورنیا کے چارلی شلز کی تخلیق "پی نٹس" کو دنیا کا سب سے مقبول کارٹون اسٹرپ سمجھا جاتا ہے۔ کارٹون والی یہ کہانی اکتوبر 1950ء سے دنیا بھر کے 68 ممالک میں 26 مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ 1986ء میں چارلی شلز کی ماہانہ آمدنی کا تخمینہ 10 لاکھ ڈالر لگایا گیا تھا۔

سب سے زیادہ کارٹون

دنیا بھر میں سب سے زیادہ سیاسی کارٹون جس کارٹونسٹ کے شائع ہوئے ہیں وہ جاپانی اخبار "اساہی شمبون" کارانان آرلوری (پیدائش 26 مئی 1932ء) ہے۔ اس کے بنائے ہوئے کارٹون دنیا بھر کے 51 ممالک 400 سو اخبارات نے شائع کیے ہیں جن کی مجموعی اشاعت 6 کروڑ 20 لاکھ سے زائد ہے۔

سب سے زیادہ غلطیاں

برطانیہ کے ممتاز ترین اخبار "دی ٹائمز" میں اغلاط کا ریکارڈ 22 اگست 1978ء کو اس وقت قائم ہوا تھا جب اس اخبار کے صفحہ 19 پر ساڑھے پانچ پانچ انچ سنگل کالم کی جگہ میں 97 غلطیاں سامنے آئی تھیں۔ یہ ٹکڑا POP پوپ پال ششم سے متعلق تھا۔

پہلا اخبار جسکی اشاعت دس لاکھ تک پہنچی

وہ پہلا اخبار جس کی سرکولیشن 10 لاکھ تک پہنچی وہ پیرس فرانس کا "پتیبیت جرنل" تھا۔ اور یہ اعزاز 1886ء میں حاصل ہو چکا تھا اس وقت اس اخبار کی قیمت 5 سینٹ تھی۔ "ڈیلی میل" کی اشاعت پہلی بار 8 مارچ 1900ء کو 10 لاکھ تک پہنچی تھی۔

سب سے جی دار مشتہر

جارجیا امریکہ کے شہر میکون میں ملبوسات سے متعلق اسٹور "جوس نیلی کمپنی" 1880ء میں قائم ہوئی تھی۔ یہ کمپنی 22 فروری 1889ء سے اب تک روزانہ "میکون ٹیلی گراف" اخبار کے صفحہ 2 کے اوپری بائیں کونے پر ایک اشتہار شائع کرواتی چلی آ رہی ہے اور یہ منفرد روایت آج بھی قائم ہے۔

سب سے کثیر الاشاعت اخبار

دنیا بھر میں جس اخبار کی اشاعت سب سے زیادہ ہے وہ جاپان کا YOMIURI SHMBUN "یومیوری شمبون" ہے۔ یہ اخبار 1874ء کو پہلی بار شائع ہوا تھا۔ یکم اپریل 1990ء کو اس اخبار کی اشاعت ایک کروڑ 48 لاکھ 11 ہزار ایک سو 81 تک پہنچ گئی تھی۔ یہ اخبار مختلف مراکز سے شائع ہوتا ہے اور اس کی مجموعی اشاعت میں صبح کے ایڈیشن کی تعداد 99 لاکھ 69 ہزار 3 سو 21 اور شام کے ایڈیشن کی تعداد 48 لاکھ 41 ہزار 8 سو 60

شامل ہے۔ جاپان کے چار کروڑ 56 لاکھ گھرانوں میں سے 58۔24 فیصد گھرانے اس اخبار کے قاری ہیں۔ جبکہ اخبار کے عملہ کی تعداد 7 ہزار 9 سو 96 ہے اور ذیلی دفاتر کی تعداد 132 ہے۔ جاپان میں ہی ایک ہزار افراد کے لئے 569 اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ ماسکو روس کا آٹھ صفحات پر شائع ہونے والا ہفت روزہ اخبار FARTY-I-ARGEMENTY جو 1978ء میں آل یونین نالج سوسائٹی کی سرپرستی میں قائم کیا گیا تھا اس کی اشاعت مئی 1990ء میں 3 کروڑ 33 لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس ہفت روزہ اخبار کے قارئین کی تعداد 10 کروڑ تک ہے۔

برطانیہ کے اخبار "دی نیوز آف دی ورلڈ" کی فروخت 90 لاکھ کاپیوں تک پہنچ چکی ہے۔ جب کہ اس اخبار کو پڑھنے والے افراد کی تعداد اندازاً ایک کروڑ 90 لاکھ سے ذیادہ ہے۔ یہ اخبار پہلی بار یکم اکتوبر 1843ء کو شائع ہوا تھا اور 1905ء میں یہ 10 لاکھ کی حد پھلانگ چکا تھا۔ اس اخبار کے فروخت کی تازہ ترین (اپریل 1990ء) کی تعداد 50 لاکھ 68 ہزار 804 فی شمارہ ہے جب کہ اندازاً ایک کروڑ 7 لاکھ 91 ہزار اس کے قاری ہیں۔

برطانیہ میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والا روزنامہ "دی سن" ہے جو لندن میں 1964ء میں وجود میں آیا تھا۔ اپریل 1990ء میں یہ 39 لاکھ 53 ہزار 7 سو 90 کی تعداد میں بکا جبکہ اس کے قارئین کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ایک کروڑ 7 لاکھ 91 ہزار ہے۔

(بشکریہ اخبار جہاں 23 ستمبر 1991ء)

غزل

ہمتِ التجا نہیں باقی
ضبط کا حوصلہ نہیں باقی

اِک تری دید چھن گئی مجھ سے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں باقی

اپنی مشقِ ستم سے ہاتھ نہ کھینچ
میں نہیں یا وفا نہیں باقی

تیری چشمِ الم نواز کی خیر
دل میں کوئی گِلہ نہیں باقی

ہوچکا ختم عہدِ ہجر و وصال
زندگی میں مزا نہیں باقی

(فیض احمد فیض)

بقیہ از ------ 6

خدا تعالیٰ جو یہ کہتا ہے کہ میں بندے سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں۔ واقعی حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کو کبھی تن نہیں چھوڑا اور ہر دم تازہ نشانات کے ساتھ آپ کی تائ فرمائی۔

خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضل اور رحمتیں آپ ہوں کہ آپ نے توکل علی اللہ کے جو بے مثال چر جلائے تھے وہ آج تک دنیا کو منور کئے ہوئے ہیں۔ کرے کہ یہ روشنی ہمیشہ قائم رہے اور توکل علی اللہ یہ شمعیں ہر احمدی سینے میں جل جائیں۔

(آمین یارب العالمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ منظوم کلام

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز

حضورِ انور فرماتے ہیں :-

آصفہ بیگم کے وصال سے تقریباً دو ہفتے پہلے تہجد کے وقت جب آنکھ کھلی تو ذہن میں الفاظ کے بغیر ہی بعض اشعار کا مضمون مترنم تھا۔ بحر معین تھی اور قافیہ ردیف "دم اعجاز" "قدم اعجاز" وغیرہ کی تال پر تھے۔ صبح میں نے اس مضمون کو دو۲ شعروں کے سانچے میں ڈھالا اور ہسپتال جاکر آصفہ بیگم کو یہ شعر سُنائے تو انہیں بہت روحانی تسکین ملی اور نمناک آنکھوں میں جذباتِ تشکر جھلملانے لگے میں نے انہیں کہا کہ یہ نظم مکمل ہو جائے گی تو آئندہ جلسہ پر خواتین کے اجلاس میں مونا بیٹی سے کہوں گا کہ ہماری موجودگی میں پڑھ کر سُنائے۔ بعدازاں ان کی زندگی میں یہ نظم مکمل کرنے کا وقت میسر آیا نہ دماغ۔ ہر روز مرض میں نئی پیچیدگیاں پیدا ہونے لگیں۔ ہر شب کی دعائیں اس پیچیدگی کے قدم روک لیتیں لیکن ایک فکر سے نجات ملتی تو ایک دوسری دامنگیر ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ یہ تقدیر واضح نقش کے طور پر اُبھر آئی کہ روزمرّہ قبولیتِ دعا اور شفا کی یہ جھلکیاں محض دلداری اور نرم سلوک کا مظہر ہیں ورنہ تقدیرِ مُبرم کو کوئی دعا ٹال نہیں سکتی۔

جب یہ رمز و کنایہ مجھ پر روشن ہو گیا تو ایک رات میں نے بارگاہِ الٰہی میں اسی مضمون کا رونا رویا لیکن کامل طور پر حد و دِ بندگی اور حدِّ ادب کے اندر رہتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ مجھے شُبہ سا پڑ رہا ہے مگر قطعی طور پر صرف تُو جانتا ہے کہ تُو کیا مقدّر فرما چکا ہے۔ مجھے تو یہ بھی اعتماد نہیں کہ جو مانگوں وہ کہیں خیر کے پردے میں شرّ نہ نکلے۔ پس حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں میری التجا یہی ہے کہ رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

دوسرے روز جب میں نے بی بی کو اختصار کے ساتھ یہ روئداد سُنائی تو رونے کی آواز تو نہ آئی مگر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ان کی وفات تک میں یہی سمجھتا رہا کہ اپنی بیچارگی کی حالت پر رو رہی تھیں مگر وفات کے بعد مجھے فائزہ بیٹی اور رامۃ القدوس نے بتایا کہ وہ اپنی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے رو رہی تھیں کہ میں ان کی تکلیف کو اتنا محسوس کر رہا ہوں اور سخت کرب میں مبتلا ہوں۔

نظم کے جو پہلے دو شعر اُن کی زندگی میں ہوئے تھے وہ صرف دو لفظی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرح پوری نظم میں شامل ہیں۔ پہلے مصرعہ میں "بقا" کی بجائے "شفاء" کا لفظ تھا اور "تھا" کی بجائے "ہے" کا۔ گویا مصرعہ یوں تھا "تری شفاء کا سفر ہے قدم قدم اعجاز"

والسلام

خاکسار مرزا طاہر احمد

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز
بدن سے سانس کا ہر رشتہ دم بدم اعجاز

ترا فنا کے افق سے پلٹ پلٹ آنا
دعا کے دوش پہ نبضوں کا زیر و بم اعجاز

تھا اک کرشمۂ پیہم ترا دلِ بیمار
دکھایا ہوگا کسی دل نے ایسا کم اعجاز

نحیف جان، بہت بوجھ اٹھا کے چلتی رہی
ہر ایک نقشِ قدم پر تھا مرتسم اعجاز

اسی کا فیض تھا ورنہ مری دعا کیا تھی
کہے سے اس کے دکھاتا تھا میرا غم اعجاز

جب اس کا اذن نہ آیا، خطا گئی فریاد
رہی نہ آہ کرشمہ، نہ چشمِ نم اعجاز

غنا نے اس کی جو عرفانِ بندگی بخشا
نہیں تھا وہ کسی جود و عطا سے کم اعجاز

بچشمِ نم تمہیں سمجھایا، بس خدا کے لئے
دکھاؤ نا، سرِ تسلیم کر کے خم اعجاز

یونہی شماتتِ اعدا سے مت ڈرو بی بی!
ہمارے حق میں دکھائیں گے یہ ستم اعجاز

ہو موت اس کی رضا پر یہی کرامت ہے
خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم اعجاز

وہیں تمہاری انا کا سفر تمام ہوا
حیات و موت وہیں بن گئے بہم اعجاز

نحیف ہونٹوں سے اٹھی ندائے استغفار
نوائے توبہ تھی اللہ کی قسم اعجاز

مجھے کبھی بھی تم اتنی نہیں لگیں پیاری
وہ حُسن تھا ملکوتی، وہ ضبطِ غم اعجاز

اُسی کی ہو گئیں تم اُس کے امر ہی سے تمہیں
امر بنانے کا دکھلا گئی عدم اعجاز
کبھی تو آکے ملیں گے چلو، خدا کے سپرد
کبھی تو دیکھیں گے احیائے نو کا ہم اعجاز

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ)

بھیرہ

مسکن و مولد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

(مضمون نگار: مکرّم محمود مجیب اصغر صاحب)

بھیرہ پاکستان کا ایک نہایت قدیم شہر ہے جس کا ذکر ایک طرف ترک بابری میں ملتا ہے اور دوسری طرف بانی سلسلہ احمدیہ کے پہلے جانشین حضرت مولانا نورالدین نوراللہ مرقدہ کی جائے ولادت ہونے کی وجہ سے تاریخ احمدیت کا جزولاینفک بن گیا ہے بانی سلسلہ کے اوّلین ساتھیوں میں سے کم و بیش ایک درجن ساتھی اسی قصبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کی اولادیں پاکستان اور بیرون پاکستان مختلف جگہوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔

ترک بابری میں بھیرہ کا تذکرہ

ترک بابری ظہیرالدین بابر بانی خاندان مغلیہ کی آپ بیتی ہے جو بابر نے ترکی زبان میں تالیف کی تھی جسے اس کے پوتے شہنشاہ اکبر کے ایک رفیق عبدالرحیم خان خاناں نے جو بیرام خان کا بیٹا تھا ترکی سے فارسی میں منتقل کیا اس کا اردو ترجمہ رشید اختر ندوی سنگ میل پبلیکیشنز نے کیا ہے۔

915ھ میں بابر نے بجنور اور سوات کی فتح کے بعد بھیرہ کا رخ کیا جو اس وقت ایک ریاست کی شکل میں بھیرہ خوشاب چناب اور چنیوٹ پر مشتمل علاقہ تھا۔ بھیرہ کا معائنہ کرنے کے بعد بابر نے وہاں کی حکومت ہندو بیگ کے سپرد کی تھی۔

932ھ میں بابر نے متحدہ ہندوستان پر فیصلہ کن حملہ کر کے مغل حکومت کی بنیاد رکھی اس طرح بھیرہ بھی مغلیہ خاندان کی حکومت میں شامل ہو گیا۔

بھیرہ کی وجہ تسمیہ

مورخ احمدیت مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے تاریخ احمدیت جلد چہارم میں حاجی کریم بخش شاہ ولی تاجران کتب انار کلی لاہور صفحہ 493 کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس شہر کا نام سب سے پہلے سکندر اعظم کے حملے کے وقت آیا جب دریائے جہلم کے کنارے اس نے راجہ پورس کو شکست دی عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سکندر کی یورش کے وقت وہاں جنگل تھا جسے یونانی فوجوں نے پیرہ کہنا شروع کر دیا فوجی پڑاؤ سے وہاں ایک بستی آباد ہوئی جو پیرہ کہلائی اور بالآخر بھیرہ کے نام سے یاد کی جانے لگی۔

بھیرہ کی قدامت

بھیرہ کی قدامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ سکندر اعظم کے حملہ کے وقت کے زمانے سے مختلف کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ 327ق م میں سکندر اعظم نے پورس کے ساتھ جہلم کے کنارے لڑائی کی تھی اور اس بستی کا نام سن سے مشہور ہونا شروع ہوا۔

پانچویں صدی عیسوی میں ایک مشہور چینی سیاح "فاہیان" نے اس علاقے کا سفر کیا اور اپنے سفر نامے میں بھیرہ کا ذکر کیا۔ (قدیم تاریخ ہند از جمیل الرحمن ایم اے صفحہ 16 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

ساتویں صدی عیسوی میں اس کا ذکر ایک اور چینی سیاح ہیون سانگ کے سفر نامہ میں ملتا ہے (قدیم تاریخ ہند از جمیل الرحمن ایم اے صفحہ 16 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

چنانچہ جنرل کننگھم نے "قدیم جغرافیہ ہند" میں بھیرہ کی قدامت کو تسلیم کیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

تاریخ ہندوپاک میں بھیرہ کا تذکرہ

ترک بابری کے علاوہ تاریخ ہندو پاکستان میں محمود غزنوی (1004ء) اور تیمور (1405-1336ء)، ظہیر الدین بابر 1509ء کے حوالے سے بھیرہ کا ذکر ملتا ہے بابر نے اسے 1509ء میں فتح کیا اور اس کے بعد بھی کئی لڑائیاں اس مقام پر ہوئیں۔ احمد شاہ ابدالی کے جرنیل نورالدین نے 1754ء میں اس شہر کو تاخت و تاراج کر دیا اور شیر شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت میں اسے دوبارہ فتح کیا۔ مغلوں نے اس میں پختہ عمارات بنوائیں اور شہر کے گرد ایک فصیل تیار کی جس میں آٹھ دروازے لگوائے جن کے آثار اب بھی اس بستی میں نظر آتے ہیں بلکہ دروازے اب بھی موجود ہیں گو فصیل منہدم ہو چکی ہے۔ سکھوں کے زمانے میں اس شہر پر بھی تباہی آئی اور یہ شہر اپنی رونق سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

تاریخ احمدیت میں بھیرہ کا تذکرہ

اگرچہ سکھوں کے زمانے سے بھیرہ زاویہ گمنامی میں جا چکا تھا لیکن اللہ کی تقدیر نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی...... کے پہلے مصدق و متبع حضرت مولوی نورالدین..... کے حوالے سے بھیرہ کے نام کو دوبارہ تاریخی حیثیت بخش دی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب 1841ء (بمطابق 1258ھ) میں بھیرہ کے مقام پر پیدا ہوئے 23 مارچ 1889ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سب پہلے بیعت کرنے کی توفیق آپ کو ہی ملی اور بانی سلسلہ کی وفات کے اگلے روز 27 مئی 1908ء کو آپ ہی بانی سلسلہ احمدیہ کے پہلے جانشین اور خلیفہ منتخب ہوئے اور زمانہ خلافت سے قبل اور زمانہ خلافت کے دوران بے پایاں خدمات کی توفیق پاتے رہے اور 13 مارچ 1914ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

بانی جماعت احمدیہ کی تحریروں میں بھیرہ کا ذکر

بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریروں میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے حوالے سے متعدد مقامات پر بھیرہ کا ذکر ملتا ہے بطور نمونہ چند الفاظ یا فقرات درج ذیل ہیں۔

1۔ حبّی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی...... (ازالہ اوہام)

2۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

3۔ میرے مقام کی محبت میں وہ اپنے اصل وطن کی یاد کو چھوڑ دیتا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

4۔ 13 دسمبر 1892ء اور اپریل 1893ء میں بانی سلسلہ احمدیہ نے دو نایاب خطوط حضرت مولوی نورالدین کی خدمت میں بھیرہ لکھے اور اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ ایک خط میں یوں مخاطب فرمایا۔ "مخدومی و مکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب" اور بعد سلام دعا لکھا "یقین ہے کہ آنمکرم بخیر و عافیت بھیرہ میں پہنچ گئے ہوں گے"

اوّل الذکر خط میں اپنے اس الہام کا ذکر کیا جس میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کو بانی سلسلہ احمدیہ کا پاک جوڑا قرار دیا گیا۔ "نورالدین ازاوج مطهرة"

5۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی خواہش پر جب مولوی صاحب نے بھیرہ سے قادیان ہجرت فرمائی تو بانی سلسلہ احمدیہ کو الہام ہوا۔

یعنی وطن واپس جانے کی طرف کبھی خیال بھی نہ کرو کیونکہ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تجھے تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں "ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سواس کے بعد میری ساری عزت اور میرا سارا خیال انہی سے وابستہ ہوگیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔" (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 167)

6۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب (جو بانی سلسلہ احمدیہ کے ابتدائی رفقاء میں سے ہیں اور جن کا تعلق بھی بھیرہ سے ہے اور جنہیں ان کی والدہ بچپن میں حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی کی تربیت میں دے چکی تھیں فرماتے ہیں کہ ایک بار بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا

بھیرہ سے ہم کو نصرت ملی ہے۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب)

حضرت مصلح موعود کا تاریخی سفر بھیرہ

حضرت مصلح موعود جو بانی سلسلہ احمدیہ کے موعود فرزند اور دوسرے جانشین تھے اور جنہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب سے شاگردی اور دامادی کا تعلق تھا کی خواہش تھی کہ بھیرہ تشریف لے جا کر اس بستی کو دیکھا جائے جو حضرت مولوی نورالدین کا مولد و مسکن تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

بھیرہ کی قدامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ سکندر اعظم کے حملہ کے وقت کے زمانے سے مختلف کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ 327 ق م میں سکندر اعظم نے پورس کے ساتھ جہلم کے کنارے لڑائی کی تھی اور اس بستی کا نام سن سے مشہور ہونا شروع ہوا۔

پانچویں صدی عیسوی میں ایک مشہور چینی سیاح "فاہیان" نے اس علاقے کا سفر کیا اور اپنے سفر نامے میں بھیرہ کا ذکر کیا۔ (قدیم تاریخ ہند از جمیل الرحمن ایم اے صفحہ 16 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

ساتویں صدی عیسوی میں اس کا ذکر ایک اور چینی سیاح ہیون سانگ کے سفر نامہ میں ملتا ہے (قدیم تاریخ ہند از جمیل الرحمن ایم اے صفحہ 16 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

چنانچہ جنرل کننگھم نے "قدیم جغرافیہ ہند" میں بھیرہ کی قدامت کو تسلیم کیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹنیکا بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

تاریخ ہندو پاک میں بھیرہ کا تذکرہ

ترک بابری کے علاوہ تاریخ ہندو پاکستان میں محمود غزنوی (1004ء) اور تیمور (1405-1336ء)، ظہیر الدین بابر 1509ء کے حوالے سے بھیرہ کا ذکر ملتا ہے بابر نے اسے 1509ء میں فتح کیا اور اس کے بعد بھی کئی لڑائیاں اس مقام پر ہوئیں۔ احمد شاہ ابدالی کے جرنیل نورالدین نے 1754ء میں اس شہر کو تاخت و تاراج کر دیا اور شیر شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت میں اسے دوبارہ فتح کیا۔ مغلوں نے اس میں پختہ عمارات بنوائیں اور شہر کے گرد ایک فصیل تیار کی جس میں آٹھ دروازے لگوائے جن کے آثار اب بھی اس بستی میں نظر آتے ہیں بلکہ دروازے اب بھی موجود ہیں گو فصیل منہدم ہو چکی ہے۔ سکھوں کے زمانے میں اس شہر پر بھی تباہی آئی اور یہ شہر اپنی رونق سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

تاریخ احمدیت میں بھیرہ کا تذکرہ

اگرچہ سکھوں کے زمانے سے بھیرہ زاویہ گمنامی میں جا چکا تھا لیکن اللہ کی تقدیر نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی....... کے پہلے مصدق و مبائع حضرت مولوی نورالدین..... کے حوالے سے بھیرہ کے نام کو دوبارہ تاریخی حیثیت بخش دی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب 1841ء (بمطابق 1258ھ) میں بھیرہ کے مقام پر پیدا ہوئے 23 مارچ 1889ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سب پہلے بیعت کرنے کی توفیق آپ کو ہی ملی اور بانی سلسلہ کی وفات کے اگلے روز 27 مئی 1908ء کو آپ ہی بانی سلسلہ احمدیہ کے پہلے جانشین اور خلیفہ منتخب ہوئے اور زمانہ خلافت سے قبل اور زمانہ خلافت کے دوران بے پایاں خدمات کی توفیق پاتے رہے اور 13 مارچ 1914ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

بانی جماعت احمدیہ کی تحریروں میں بھیرہ کا ذکر

بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریروں میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے حوالے سے متعدد مقامات پر بھیرہ کا ذکر ملتا ہے بطور نمونہ چند الفاظ یا فقرات درج ذیل ہیں۔

1۔ حِبّی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی...... (ازالہ اوہام)

2۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

3۔ میرے مقام کی محبت میں وہ اپنے اصل وطن کی یاد کو چھوڑ دیتا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

4۔ 13 دسمبر 1892ء اور اپریل 1893ء میں بانی سلسلہ احمدیہ نے دو نایاب خطوط حضرت مولوی نورالدین کی خدمت میں بھیرہ لکھے اور اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ ایک خط میں یوں مخاطب فرمایا۔ "مخدومی و مکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب" اور بعد سلام دعا لکھا "یقین ہے کہ آنمکرم بخیر و عافیت بھیرہ میں پہنچ گئے ہوں گے"

اوّل الذکر خط میں اپنے اس الہام کا ذکر کیا جس میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کو بانی سلسلہ احمدیہ کا پاک جوڑا قرار دیا گیا۔ " نورالدین ازاوج مطہرۃ"

5۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی خواہش پر جب مولوی صاحب نے بھیرہ سے قادیان ہجرت فرمائی تو بانی سلسلہ احمدیہ کو الہام ہوا۔

یعنی وطن واپس جانے کی طرف کبھی خیال بھی نہ کرو کیونکہ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تجھے تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں "ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور میرا سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔" (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 167)

6۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب (جو بانی سلسلہ احمدیہ کے ابتدائی رفقاء میں سے ہیں اور جن کا تعلق بھی بھیرہ سے ہے اور جنہیں ان کی والدہ بچپن میں حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی کی تربیت میں دے چکی تھیں فرماتے ہیں کہ ایک بار بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا

بھیرہ سے ہم کو نصرت ملی ہے۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب)

حضرت مصلح موعود کا تاریخی سفر بھیرہ

حضرت مصلح موعود جو بانی سلسلہ احمدیہ کے موعود فرزند اور دوسرے جانشین تھے اور جنہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب سے شاگردی اور دامادی کا تعلق تھا کی خواہش تھی کہ بھیرہ تشریف لے جا کر اس بستی کو دیکھا جائے جو حضرت مولوی نورالدین کا مولد و مسکن تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

"بھیرہ جانے کا ارادہ مدت سے ہے کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اول کا وطن ہے۔" (الفضل 7 جنوری 1930ء)

چنانچہ 26 نومبر 1950ء میں حضرت مصلح موعود...... ایک قافلہ کے ہمراہ جو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود...... کے افراد اور جماعت کے معززین پر مشتمل تھا بھیرہ تشریف لے گئے اور اس کمرہ میں نوافل ادا فرمائے جہاں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی پیدائش ہوئی تھی اور جو "بیت نور" کا ایک حصہ ہے۔ اور "بیت نور" اور "بیت الفضل" میں سنگ مرمر کے یادگاری کتبے بھی نصب فرمائے اور ایک معرکۃ الآراء خطاب فرمایا جس میں بھیرہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا یوں اظہار فرمایا۔

"بھیرہ، بھیرہ والوں کے لئے ایک اینٹوں اور گارے یا اینٹوں اور چونے سے بنا ہوا ایک شہر ہے مگر میرے لئے یہ اینٹوں اور چونے کا بنا ہوا شہر نہیں تھا بلکہ میرے استاد جنہوں نے مجھے نہایت شفقت اور محبت سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا اور بخاری کا بھی ترجمہ پڑھایا ان کا مولد و مسکن تھا۔ بھیرہ والوں نے بھیرہ میں رہنے والی ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ پیا ہے اور میں نے بھیرہ کی ایک بزرگ ہستی کی زبان سے قرآن کریم اور حدیث کا دودھ پیا ہے۔ بھیرہ والوں کی نگاہ میں جو قدر بھیرہ شہر کی ہے میری نگاہ میں اس کی اس سے بہت زیادہ قدر ہے...... تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 170

غزل

ایک نظارہ ہوں آنسو سے گہر ہونے تک
اک تماشا ہوں میں شعلے سے شرر ہونے تک
تُو ہے وہ رنگ کہ آنکھوں سے نہ اوجھل ہوگا
میں ہوں وہ خواب کہ گزروں گا سحر ہونے تک
لکھتے ہیں پر یہ نہیں جانتے لکھنے والے
نغمہ اندوہ سماعت ہے اثر ہونے تک
تُو کہیں بھی رہے زندہ ہے لہو میں میرے
میں سنواروں گا تجھے خاک بسر ہونے تک
ہائے وہ شمع جو اب دُور کہیں جلتی ہے
میرے پہلو میں بھی پگھلی ہے سحر ہونے تک

غزل

صاحب مہر و وفا ارض و سما کیوں چپ ہے
ہم پہ تو وقت کے پہرے ہیں خدا کیوں چپ ہے
بے سبب غم میں سلگنا مری عادت ہی سہی
ساز خاموش ہے کیوں شعلہ نوا کیوں چپ ہے
پھول تو سہم گئے دست کرم سے دمِ صبح
گنگناتی ہوئی آوارہ صبا کیوں چپ ہے
ختم ہوگا نہ کبھی سلسلہ اہلِ وفا
سوچ اے داورِ مقتل یہ فضا کیوں چپ ہے
مجھ پہ طاری ہے رہِ عشق کی آسودہ تھکن
تجھ پہ کیا گزری مرے چاند بتا کیوں چپ ہے
جاننے والے تو سب جان گئے ہوں گے علیم
ایک مدّت سے ترا ذہنِ رسا کیوں چپ ہے
(چاند چہرہ ستارہ آنکھیں۔ عبید اللہ علیم)

غزل

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
اسبابِ غمِ عشق بہم کرتے رہیں گے
ویرانیٔ دوراں پہ کرم کرتے رہیں گے
ہاں تلخیٔ ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہلِ ستم مشقِ ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے
میخانہ سلامت ہے تو ہم سرخیٔ مَے سے
تزئینِ در و بامِ حرم کرتے رہیں گے
باقی ہے لہو دل میں تو ہر اشک سے پیدا
رنگِ لب و رُخسارِ صنم کرتے رہیں گے
اک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے
(فیض احمد فیض)

ہے
انتہا　ہے
بڑا
سی　سے　ہ　سی
سب　آدمی　روشنی
بھی　ہے
کمال　میں　گی　گیا
آئندہ　آگے
ہو　بھی
وہ　رفتار
سے
سوتی　اس　(علیم)
مگر　وہ

بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

(تحریر:۔ غلام رسول صاحب اعوان)

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالی کی بخشش عمل پر موقوف نہیں بلکہ اس کے فضل پر موقوف ہے انسان اپنے عمل کے زور سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس کے بعض اعمال میں بعض اوقات نفس اور شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ قابل قبول نہیں ہوتا پس ہر مقام پر اس کا فضل ہی کام آتا ہے۔ اور اس کے فضل کو کھینچنے والی تو عجز و نیاز اور انکساری ہے۔ اگر عجز و نیاز میں گریہ بھی شامل ہو جائے تو وہ حریم جمال کے پردوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالی کی رحمت اپنے بندے کو مضطرب اور آنسو بہاتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اسے سبھی کچھ ملتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔ عام مقولہ ہے کہ اگر بچہ باپ کے سامنے روئے تو اچھے اچھے کھلونے اور مٹھائیاں حاصل کر لیتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے مرد کے سامنے روئے تو اچھے اچھے کپڑے اور زیور حاصل کر لیتی ہے اور اگر بندہ اپنے رب کے سامنے روئے تو دنیا میں روحانی سکون اور آخرت کی جنت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ مقولہ کتنا صحیح ہے اور کون اس کی صداقت میں شک کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بندے اس راہ سے واقف ہیں۔ وہ ہر غم سے بے نیاز ہیں وہ اللہ تعالی کی گود میں پلتے ہیں اور اس کی رحمت کے سائے میں رہتے ہیں۔ بظاہر آنسو بہانا حزن و ملال کی کیفیت کی غمازی کرتا ہے۔ لیکن جو آنسو اپنے رب محسن کے خوف اور محبت میں بہائے جائیں ان کے سامنے اس جہان کی خوشیاں اور سرور ہیچ ہیں۔ اس وقت کی خوشی کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کوچہ کے آشنا ہیں۔ اندھی دنیا کو کہاں معلوم کہ وہ کیفیت کیا ہوتی ہے۔ وہ تو ظاہر پر فتوی لگاتی ہے۔ جب بچھڑے ہوئے دو دل ملیں تو رونا آہی جاتا ہے۔ اور اس رونے کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔ آنسو در اصل محبت کے سفیر ہوتے ہیں اور جب یہ آئیں تو سمجھ لو۔ کہ یار آ گیا ہے۔ وصال میسر آ گیا۔ عاشق کی قسمت جاگ اٹھی۔ کبیدہ دل کو قرار آیا۔ دل نے یار کے آگے سب کچھ کہہ دیا فرقت کے گلے شکوے کہہ ڈالے اور اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اظہار کر دیا۔ سچ پوچھو تو دل کی ترجمانی یہی کرتے ہیں۔ زبان یہ کام کرنے سے قاصر ہے۔ دنیاوی کاروبار میں زبان کام دے سکتی ہے لیکن عشق کی منزل میں یہ کام نہیں دے سکتی وہاں آنسو کام

دیتے ہیں اور یہ حقیقت ہے یہی تپش اور گداز یا تو محبوب کے دروازے پر پہنچنے کی راہ ہموار کردیتی ہے یا محبوب کو محب کے پاس کھینچ لاتی ہے۔ پس کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو رونا میسر آئے اور وہ اس کے ذریعے کرم کا مورد بن جائے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت میں آنسو بہانا سیکھ لے تو اس کی دنیا ہی بدل جائے اور وہ اس دنیا میں جنت کا لطف اور شاہد ازلی کے جمال کا مشاہدہ کرے۔ پس یہ آنسو بڑے کام کی چیز ہیں۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور بخشش کے حصول کے لئے یہی سبق تو روز اول سے دیا تھا۔ آدم نے جب نادم ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کہا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو اس کی خطا بخشی گئی بلکہ اسے دنیا کی خلافت سے بھی سرفراز کیا گیا۔ لیکن انسان اس دنیا میں آکر اس کی خوشیوں اور دلچسپیوں میں ایسا مست ہو جاتا ہے کہ وہ پڑھا ہوا سبق بھول جاتا ہے۔ اس لئے اس کی رحمت سے دور جا پڑتا ہے۔ مگر جن لوگوں نے یہ سبق یاد رکھا انہوں نے خدا تعالیٰ کو پالیا اور وہ دنیا سے بے نیاز ہو گئے دیکھو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس دنیا میں آتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے۔ یہی سبق ہے جو فطرت اسے پہلے پڑھاتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سبق اپنی دنیاوی زندگی میں نہ بھولنا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا اللہ تعالیٰ بھی سب سے بڑی صفت اپنے بندوں کی یہ بتلاتا ہے کہ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو اپنی نمازوں میں روتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز وہی سب سے زیادہ ہنسنے والے ہوں گے جو دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے ہونگے اور یہ کہ جنھوں نے ہنسنا اور خوش رہنا اپنا مقصد بنا لیا ہو وہ کیسے فلاح پاسکتے ہیں۔ ان کے لئے تو حسرت و یاس اور حرماں نصیبی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ دنیا میں بھی یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی ملزم اقرار جرم کر کے ندامت کے آنسو بہائے تو عدالت اس کی سزا میں نرمی کرتی ہے۔ کہتے ہیں وہ کونسا گناہ ہے جو ماں معاف نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ تو ماں بھی سے بے انتہا مہربان ہے۔ بندہ خواہ کتنا ہی عصیاں آلودہ ہو کر اپنے رب کے سامنے نادم ہو کر آئے اور آنسو بہا کر بخشش کا طالب ہو تو رحمت خداوندی اسے بھی مایوس نہیں لوٹاتی۔ اسے بخش دیا جاتا ہے اور وہ ذات اسے پھر کبھی شرمندہ بھی نہیں کرتی کیونکہ کہ اس کی خُو بندہ نوازی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

رحمت پہ تیری میرے گناہوں کو ناز ہے
پہچانتا ہوں میں کہ تو بندہ نواز ہے

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صفت غفوریت کے تقاضے سے بنایا ہے۔ بندے گناہ کرتے ہیں اور پھر جب وہ نادم ہو کر بخشش طلب کرتے ہیں تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ پس اگر بندے گناہ نہ کرتے تو غفوریت کا اظہار کیسے ہوتا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زاہدوں کی تسبیح و مصلی سے گنہگاروں

کا رونا اور گڑگڑانا زیادہ پسند ہے کہ آنسو قبولیت کی سند ہیں۔ جو دعا دربار ایزدی میں رو کر کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسا سخی ہے کہ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔ پس یہ آنسو بڑے کام کی چیز ہیں۔ ان کو آزما کر تو دیکھیں۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ۔ "عاجزی اپنا شعار بنا لو۔ اور رونے کی عادت ڈالو کیونکہ رونا اسے بہت پسند ہے۔" کرم کا مورد بننا ہے تو گریہ وزاری سیکھ لو اسی سے بیڑا پار ہو گا۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسا ہی بنا دے۔

ولادت

برادرم عزیزم نصیر احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مؤرخہ 92-4-26 کو بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بچے کا نام "زُہَیر احمد" عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم عبدالقادر صاحب آف سرگودھا کا پوتا اور مکرم محمد حسین صاحب آف صادق آباد کا نواسہ ہے۔ اور خدا کے فضل سے وقف نو میں شامل ہے۔

احباب جماعت سے بچے کی صحت و سلامتی اور خادم دین بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

احمدی طالب علم کا اعزاز

سبی، صوبہ بلوچستان کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ پچھلے دنوں سبی میں گورنمنٹ کالج سبی کے طلبہ کے درمیان مقابلہ ذہنی آزمائش کروایا گیا۔ اس مقابلے کے لئے کالج بھر سے 16 طلبہ نے کوالیفائی کیا تھا۔ اس مقابلے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے سوالات کالج کے تمام (پندرہ) شعبوں کے کورس میں سے تیار کئے گئے تھے۔ اس مقابلے میں ایک احمدی طالب علم نعیم احمد شیخ نے اول پوزیشن حاصل کی۔

کالج کے پرنسپل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس سخت مقابلے میں اول آنے والے کو اپنی طرف سے حدیث کی ایک کتاب انعام میں دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ "اب میں یہاں انٹر کالجیٹ مقابلہ کروانے کا خواہشمند ہوں چونکہ مجھے قوی امید ہے کہ وہ مقابلہ بھی ہمارا کالج ہی جیتے گا۔ نعیم احمد شیخ کو اول آنے پر نقد انعام اور خصوصی سرٹیفکیٹ دیا گیا۔ وہ گورنمنٹ ڈگری کالج سبی میں بی ایس سی انجینیئرنگ کے طالب علم ہیں اور اس سے قبل بھی اپنے شہر اور ضلع کی سطح پر کئی مقابلے جیت چکے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیاں اور ترقیات عطا فرمائے۔ آمین

فضائی آنکھ ــــ راڈار

(عبدالباسط قمر۔ پشاور)

آپ نے فضائی آنکھ کا نام تو پہلے شاید پڑھا ہو نہ سنا ہو لیکن آپ نے راڈار کے متعلق ضرور سنا پڑھا ہوگا۔ آئیے آج ہم آپ کو اس عجیب و غریب سائنسی ایجاد جس کو ہم نے فضائی آنکھ کا نام دیا ہے کے متعلق چند دلچسپ حقائق بتاتے ہیں۔

(RADAR) راڈار کا نام اسکے کام کا مرہون منت ہے۔ یہ پانچ الفاظ کا مجموعہ امریکن بحریہ نے سرکاری طور پر 1940ء میں اپنایا یہ RADIO DETECTION AND RANGING کا مخفف ہے۔

1883ء میں ایک برطانوی سائنس دان میکس ویل (MAXWELL) نے یہ دریافت کیا کہ برقی مقناطیسی لہریں (ELECTROMAGNETIC WAVES) روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہیں اور اس طرح کسی بھی سطح سے منعکس ہو جاتی ہیں۔ 1886ء میں جرمن سائنسدان ہنریخ ہرٹز (HEINRICH HERTZ) نے میکس ویل کے نظریہ کو تجرباتی طور پر ثابت کیا اس کے بعد اس میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی۔

بہر حال دوسری جنگ عظیم سے چند سال پہلے یعنی 1934-35ء میں امریکہ اور برطانیہ دنیا کے پہلے دو ممالک تھے جنہوں نے برقی مقناطیسی لہروں سے کام لیتے ہوئے راڈار ایجاد کیا۔ اس کے ساتھ ہی فرانس اور جرمنی بھی اپنے اپنے طور پر اس میں پیش رفت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کی اہمیت کا احساس اس وقت اجاگر ہوا جب دوسری جنگ عظیم میں جاپان نے پرل ہاربر پر فضائی حملہ کیا۔ باوجودیکہ وہاں پر موجودہ راڈار نے حملہ کا سراغ لگالیا، لیکن وہاں کے کمانڈرز اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس طرح وہ حملے کا شکار ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد راڈار کو دفاع میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

اب اس کا استعمال انتہائی حد تک بڑھ چکا ہے اور بہت ترقی یافتہ ہو چکا ہے۔ اس کے استعمال کی باتیں تو بعد میں ہوں گی آئیے دیکھیں کہ راڈار کس طرح کام کرتا ہے اور اس فضائی آنکھ کے کون کون سے حصے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی راڈار مندرجہ ذیل بنیادی حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

1۔ نظام الوقت (TIMER)

2۔ لہریں بنانے اور بھیجنے کا نظام (TRANSMITTER)

3۔ لہر کا راستہ اور منتشر کرنے کا آلہ (AND ANTENNA (VAVEGUID

4۔ لہریں وصول کرنے کا نظام (RECIEVER)

5۔ انعکاس کی تصاویر اجاگر کرنے کی سطح (INDICATOR)

6۔ نظام برق (POWER SUPPLY)

کام کی ترتیب کے لحاظ سے راڈار یا فضائی آنکھ کا کام نظام الوقت سے شروع ہوتا ہے جو کہ برقی لہر کے بننے، منتشر ہونے، وصول ہونے اور عکس کے سکرین پر نمودار ہونے میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور ہر کام کے لئے وقت کی ٹھیک ٹھیک تقسیم کرتا ہے۔

آلہ نظام الوقت سے اشارہ پاتے ہی ریڈیائی لہر کے بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ (RADIO FREQUENCY) جو کہ چھوٹی چھوٹی مگر طاقتور حصوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ یہ لہریں ایک راستے سے ہوتے ہوئے WAVE GUIDE (یہ ایک دھات کا چوکور نالی نما راستہ ہے جس میں لہر کم سے کم ضائع ہوتی ہے) ایک سوئچ کے پاس سے گزرتی ہے جو کہ بھیجنے اور موصول کرنے والا بٹن (TRANSMITTER RECIEVER SWITCH) کہلاتا ہے۔ لہر کے جانے کے وقفہ میں یہ سوئچ کا تعلق ریسیور سے منقطع کر دیتا ہے اور ایریل کو لہر منتشر کرنے کے لئے مہیا کر دیتا ہے۔ یہ لہر فضاؤں میں روشنی کی رفتار سے (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ) منتشر ہو جاتی ہے۔ جب بھی کوئی ایسی ٹھوس یا چمکیلی چیز جو کہ ان لہروں کو منعکس کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو ان کے راستہ میں آتی ہے تو یہ لہریں منعکس ہو کر اسی رفتار سے واپس آکر ایریل سے ٹکراتی ہیں اور (RT SWITCH) بھیجنے والے آلہ کا رابطہ منقطع کر کے وصول کرنے والے آلے کا رابطہ ایریل سے قائم کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ لہریں وصول ہو کر اسی لہری راستے کی نالی کے ذریعہ ایک اور آلہ میں منتقل ہو جاتی ہیں جو (AMPLIFIRE) کہلاتا ہے۔ یہاں ان کمزور لہروں کو انتہائی طاقتور (تقریباً دس لاکھ گنا) لہروں میں بدل دیا جاتا ہے اور ان کو پھر (VIDEO PULSES) عکسی لہروں میں تبدیل کر کے سکرین پر نمودار ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

اس طرح پتہ چل جاتا ہے کہ ان کے راستہ میں کوئی نہ کوئی چیز آ رہی ہے۔ چونکہ لہروں کی رفتار معلوم ہوتی ہے اس لئے اسکرین پر اس چیز کا نشان یا عکسی نقطہ عین اس جگہ نمودار ہوتا ہے وہ چیز راڈار سے جتنی دور ہوتی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ عمل کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

راڈار کے استعمال

راڈار کے استعمال کے لحاظ سے کئی طریقوں سے درجہ بندی کی جا سکتی ہے جس میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ فضائی دفاع: یہ فضائی دفاع میں دشمن کے اور اپنے جہازوں کا سراغ لگانے کے کام آتا ہے۔

2۔ میزائل راہنما: یہ میزائل کو اپنے نشانہ پر ٹھیک ٹھیک پہنچانے میں مدد کرتا ہے۔

3۔ جہازوں کو فضائی حادثوں سے خبردار کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

4۔ جہازوں کو فضائی جنگ لڑانے کے کام آتا ہے۔

5۔ سمندر میں بحری جہازوں میں راستہ معلوم کرنے اور حادثات سے بچنے کے کام آتا ہے۔

6۔ یہ بطور راہنما جہازوں اور بحری جہازوں کو اپنی منزل تک پہنچانے میں مدد و معاون ہوتا ہے۔

7۔ اسے بم کو نشانہ پر گرانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

8۔ فضائی مستقروں پر بطور مدد کار کے جہازوں کی آمد و رفت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

9۔ زمین سے ہوا بازی پر نگاہ رکھنے کے کام آتا ہے۔

10۔ موسمی حالات کی پیشن گوئی کرنے کے کام آتا ہے۔

موجودہ دور میں اس فضائی آنکھ کو زمین، سمندر اور فضا میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے نہ صرف یہ کہ دشمن کے ہوائی جہاز یا میزائل کا سراغ لگایا جاسکتا ہے بلکہ اس سے فضاء میں اس کی ٹھیک ٹھیک موجودگی، اونچائی، رفتار اور اعداد و شمار کا بھی پتہ لگایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی دشمن کا کوئی ہوائی جہاز جب کسی ملک کی فضائی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اسے اپنے نشانہ تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں مداخلتی طیاروں کے ذریعہ پکڑ لیا جاتا ہے۔

آخر میں آپ کو یہ تو بتاتا چلوں کہ اس کی لہریں آنے اور جانے میں کتنا وقت لیتی ہیں۔ اگر ایک سیکنڈ کو دس لاکھ حصوں میں (MICRO SECOND) تقسیم کر دیا جائے تو راڈار اپنے کام کے لحاظ سے ایک سیکنڈ میں سینکڑوں دفعہ سے لے کر ہزاروں دفعہ تک فضاء میں اپنی لہروں کو منتشر کرتا اور وصول کرتا ہے اور یہ کمال اسی نظام الوقت اور (RT SWITCH) کا ہے۔

امید ہے کہ اب آپ فضائی آنکھ کے بارے میں بنیادی معلومات پر اپنے دوستوں سے بات چیت کر سکیں گے۔

سانحہ ارتحال

برادرم مکرم رفیق احمد صاحب ناصر استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ کے والد مکرم رشید احمد صاحب جاوید بھیروی اسسٹنٹ ڈائریکٹر زرعی ترقیاتی بینک چنیوٹ ابن مکرم سراج الدین صاحب بھیروی مورخہ 7 مئی 1992ء کو نماز مغرب کے بعد اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پاگئے۔ ان کی عمر 49 سال تھی اگلے روز نماز جمعہ کے بعد "....... اقصیٰ میں مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ جہاں قبر تیار ہونے پر مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ نے دعا کروائی۔ مکرم رفیق احمد صاحب ناصر اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہیں اور خدا کے فضل سے واقف زندگی ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(تحریر:۔ گوہر مقصود)

زندگی کیا چیز ہے؟ زندگی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا نام ہے۔

ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لئے دوستی کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوستی ہی وہ چیز ہے جو ہماری زندگی کو خوشی سے بھر سکتی ہے۔ جو ہمیں اپنے ساتھ رہنے والے لوگوں کی خوبیوں اور اچھائیوں کی طرف متوجہ کر سکتی ہے۔ دوستی ہی ہمیں بتا سکتی ہے کہ ان لوگوں میں بھی بہت سی اچھی باتیں ہیں جنہیں ہم عام طور پر اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ جب کسی سے ہماری دوستی ہو جاتی ہے تو ہمیں اس کی خامیاں کم اور خوبیاں زیادہ نظر آنے لگتی ہیں۔ یہی دوستی کا جادو ہے۔ دوستی ایک قیمتی چیز ہے۔ جو بھی انسان اسے حاصل کرنا چاہتا ہے اسے محنت کر کے خود اسے بنانا پڑتا ہے۔

بعض لوگ اکثر سوچتے ہیں کہ ہم نے دوست بنانے کے لئے بہت محنت کی لیکن پھر بھی ہمیں کوئی اچھا دوست نہ مل سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دوست بنانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ جی ہاں دوست بنانا بھی ایک ہنر ہے جسے سیکھنا پڑتا ہے۔ آئیے آج آپ کو یہ آداب بتائیں اور دوست بنانے کے بنیادی اصول آپ کے سامنے پیش کریں۔

پہلا اصول: دوست بنانے کو ترجیح دیں۔

ہم میں سے بہت سے لوگ اپنے آپ سے کہتے رہتے ہیں کہ میں بہت سے دوست بنالوں مگر میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کام جسے ہم کرنا چاہتے ہوں وقت کی کمی سے نہیں رکتا۔ جو کام ہمیں اچھے لگتے ہیں ان کے لئے ہم کسی نہ کسی طرح وقت نکال ہی لیتے ہیں۔ اگر ہم دوست بنانے کو بھی ایسا ہی سمجھیں تو وقت مل جائے گا۔ اتنا ضرور کرنا پڑے گا کہ ہمیں اپنی تخلیقی صلاحیت کو بروئے کار لانا ہوگا۔ اگر آپ کے بہت سے دوست ہیں تو ان میں

سے ہر ایک کا مزاج اور دلچسپیاں مختلف ہوں گی۔ آپ کو ہر ایک کا انفرادی طور پر خیال رکھنا ہوگا۔ تھوڑا سا خیال رکھ کر آپ ان کی دوستی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور آپ کے جتنے زیادہ دوست ہوں گے اتنے ہی زیادہ آپ خوش قسمت ہوں گے۔

دوسرا اصول: کوئی بات بھی معمولی اور حقیر نہ سمجھیں

اپنے دوست کو کسی بھی ایسے وقت نظر انداز نہ کیجئے جب اسے آپ کی ضرورت ہو۔ اگر اسے آپ سے کوئی توقع ہے تو اسے مایوس نہ کیجئے۔ ممکن ہے آپ کی ذراسی لاپرواہی برسوں سے چلی آنے والی دوستی کو یا تو کم کر دے یا پھر وہ بالکل ہی ختم ہو جائے۔ اس وقت تو آپ اس کی پرواہ نہیں کریں گے لیکن بعد میں کبھی آپ کو اس دوست کی ضرورت محسوس ہوگی اور وہ آپ کے ساتھ نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر آپ کے گھر میں خوشی کی کوئی تقریب ہے تو دوست کا یہ حق ہے کہ آپ اسے نظر انداز نہ کریں، یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ زندگی بڑی بڑی باتوں میں کم اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں زیادہ چمکتی نظر آتی ہے۔ مبارک باد اور دعا کے معمولی فقرے طویل گفتگو سے زیادہ دیرپا اور گہرا اثر رکھتے ہیں۔

تیسرا اصول: اپنے آپ پر اعتماد کیجئے

اکثر لوگ اپنے دوستوں سے اپنے احساسات چھپالیتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی بات اچھی نہیں لگتی تو وہ اس ڈر سے نہیں کہتے کہ ان کے دوست برا مان جائیں گے اور دوستی متاثر ہوگی۔ لیکن اگر کوئی واقعی آپ کا دوست ہے تو کبھی نہ کبھی آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ کیا محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کے دوست نے آپ کو اپنے ہاں تقریب میں نہیں بلایا۔ آپ کو یہ بات بہت بری لگی۔ آپ نے اسے بتادیا تو اسے محسوس ہوگا کہ آپ اسے اہمیت دیتے ہیں اور معمولی باتوں کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے دوستی بڑھنے کا امکان زیادہ ہے اور گھٹنے کا کم۔

دراصل انسان خوبیوں اور خامیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ آپ بھی انسان ہیں اور آپ کے دوست بھی۔ جب آپ کو ایک دوسرے کی غلطیوں اور خامیوں کا علم ہوتا ہے تو اس سے یہ احساس سامنے آتا ہے کہ کوئی بھی انسان غلطی کر سکتا ہے اور بنیادی طور پر سب انسانوں کے احساسات ایک سے ہوتے ہیں۔

چوتھا اصول: اختلافات قبول کیجئے

جب ہم کسی کے ساتھ بہت ساوقت گزارتے ہیں تو اس میں اور ہم میں جو فرق ہوتے ہیں وہ واضح ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ کا کوئی دوست ہر وقت بڑی بڑی باتیں کرتا رہتا ہے اور آپ اسے شیخی خورہ سمجھ لیتے ہیں۔ کوئی دوسرا دوست خوشامدی ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ممکن ہیں یہ خامیاں واقعی ان افراد میں ہوں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے خیالات نے

نے معمولی خامیوں کو بہت بڑھا دیا ہو۔ آپ کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ آپ کا کام ہر وقت دوست کی اصلاح تو نہیں ہے۔ اگر اس کی طبیعت میں کچھ بے اعتدالیاں ہیں تو آپ کی طبیعت میں بھی ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ عرصے کی دوستی سے دونوں کی عادات میں توازن پیدا ہو جائے۔ دوست کو یہ کہنے پر مجبور نہ کیجئے کہ

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

پانچواں اصول: دوستوں سے مدد لیجئے

جہاں دوستوں کی مدد کرنے میں اپنی طاقت کے مطابق حصہ لیجئے وہاں ان سے مدد حاصل کرنے سے بھی نہ گھبرائیے۔ اپنے دوستوں کو موقع دیجئے کہ وہ آپ کی مدد کر سکیں۔ موزوں وقت اور موزوں ضرورت پر ان کے پاس جائیے اور مدد طلب کیجئے۔ اس طرح ان کی پہچان بھی ہو جائے گی کہ کیا وہ واقعی آپ کے دوست ہیں؟ انگریزی کا مقولہ یاد رکھیئے کہ:

A FRIEND IN NEED IS A FRIEND INDEED

لیکن یہ نہ بھولیئے گا کہ جب کبھی آپ کے دوست کو مدد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی اس مقولے ہی کی مدد سے آپ کو پہچانے گا۔ اس لئے اچھے کاموں میں اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کیجئے اور جہاں یہ محسوس ہو کہ کوئی کام نہ اس کے لئے اچھا ہے نہ آپ کے لئے تو اسے سمجھا کر اس کی مدد کیجئے۔

چھٹا اصول: حقِ دوستی

اور آخر پر یہ بات یاد رکھیں کہ دوستی کا اصل اصول اور حق یہ ہے کہ اپنے دوست کو کبھی نہ بھولیں، نہ ہی دعاؤں میں اور نہ ہی کسی مشکل وقت میں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے یہ ارشادات دوستی کے اس تعلق کے لئے انتہائی قیمتی اور مشعلِ راہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے.... میں ہمیشہ اس خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کی آرام و آسائش سے رہیں...... میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا ہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 66)

جلد 39 شمارہ 8 قیمت 4 روپے

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

شوگر ـــــ بیماری اور احتیاطیں

مضمون نگار :۔ مکرم مودود احمد بھٹی امریکہ

مکرم (مدیر خالد)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

ماہ نامہ "خالد" میں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ ماشاء اللہ خالد پہلے سے بہتر رسالہ بن گیا ہے۔ لکھائی بہت خوشخط اور کاغذ بہت عمدہ ہے۔ مضامین کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

خاکسار اس وقت فارمیسی کا طالب علم ہے۔ چونکہ اس لحاظ سے خاکسار کو ادویات اور امراض سے کافی واسطہ پڑھتا رہتا ہے اس لئے کافی عرصہ سے خواہش تھی کہ خالد میں کوئی مضمون اس نقطہ نگاہ سے شائع کیا جائے۔ اس لئے خاکسار ایک عدد مضمون DIABETES کے متعلق بھجوا رہا ہے جو امید ہے کہ آپ شائع کر دیں گے۔

والسلام

مودود احمد بھٹی۔ فلاڈلفیا امریکہ

DIABETES جسے بعض لوگ شوگر کے نام سے بھی جانتے ہیں ایک بیماری ہے جو خون میں گلوکوز کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ یہ بیماری اندھے پن کا ایک بڑا سبب ہے۔ آئیے اس بیماری پر ایک مختصر نظر ڈالیں۔

شوگر کی اقسام

اس مرض کی صرف دو اقسام ہیں۔ ایک قسم INSULIN DEPENDENT DIABETES MEUITUS یعنی IDDM جسے TYPE I DIABETES بھی کہا جاتا ہے اور دوسری قسم NON INSULIN DEPENDENT DIABETES MEUITUS یعنی NIDDM جسے TYPE II DIABETES بھی کہا جاتا ہے۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے۔

(TYPE I) IDDM

یہ عام طور پر 30 سال سے کم عمر کے لوگوں میں ہوتی ہے اور زیادہ تر دبلے پتلے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بیٹا سیل (BETACELL) جو PANCREAS میں پائے جاتے ہیں ایک پروٹین (PROTEIN) یعنی INSULIN کو خارج کرتے ہیں۔ اس قسم میں INSULIN کے خارج ہونے میں شدید کمی ہو جاتی ہے۔ اس قسم میں

INSULIN RESISTANCE بہت کم ہوتا ہے۔

(TYPE II) NIDDM

یہ عام طور پر 30 سال سے زیادہ عمر کے لوگوں میں ہوتی ہے اور زیادہ تر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو موٹاپا کا شکار ہوتے ہیں۔ اس قسم میں INSULIN کے خارج ہونے میں محدود کمی ہوتی ہے۔ اس قسم میں RESISTANCE INSULIN بہت زیادہ ہوتا ہے یعنی اگر INSULIN موجود بھی ہو تو جسم اسے قبول نہیں کرتا۔

علامات

آئیے اب دیکھیں کہ اس بیماری کی علامات کیا ہیں۔ اس بیماری کی خاص علامات پیشاب کا زیادہ آنا، پیاس کا زیادہ لگنا، بھوک کا زیادہ لگنا، وزن کا کم ہونا، تھکان کا زیادہ ہونا اور دھندلا نظر آنا ہے۔ اگر یہ علامات ہوں تو فوراً ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیئے اور باقاعدہ خون ٹیسٹ کرانا چاہیئے کہ خون میں گلوکوز کی مقدار کیا ہے۔

علاج

علاج میں سب سے پہلی چیز خوراک کا خیال رکھنا ہے۔ خوراک میں CALORIE اور FAT کم ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ خوراک میں CHOLESTEROL کی بھی کمی ہونی چاہیئے۔ کھانا وقت پر کھانا چاہیئے اور فاقہ نہیں کیا جانا چاہیئے۔ چینی کا استعمال ترک کر دینا چاہیئے اور چاہیئے کہ روز روز جلیبیاں یا اور قسم کی مٹھائی اور آئس کریم سے کافی حد تک پرہیز کیا جائے۔

علاج میں دوسری چیز ورزش ہے۔ خاص طور موٹے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا وزن کم کرنے کی کوشش کریں۔ عام جسم کے مالک بھی ورزش ضرور کریں مثلاً سائیکل یا دوڑ لگائیں۔

علاج ادویات سے بھی بہت ضروری ہے۔ TYPE I شوگر میں INSULIN کے ٹیکے روزانہ لگانے پڑتے ہیں کیونکہ ان کے جسم میں INSULIN کی شدید کمی ہوتی ہے۔ البتہ TYPE II میں، شوگر کے مریضوں کو شوگر کم کرنے والی گولیاں کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر TYPE II شوگر کے مریضوں کو دوائی کھانے سے شوگر کی خون میں کمی نہ ہو تو پھر انہیں بھی INSULIN کے ٹیکے لگوانے پڑتے ہیں۔

آخر میں یہ گذارش ہے کہ اپنی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ کسی بھی چیز کا زیادہ استعمال نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ میٹھی چیزیں گو لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں لیکن اس کی زیادتی سے شوگر ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اب اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میٹھی چیزیں کھانا بالکل چھوڑ دیں بلکہ استعمال محدود رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صحت کی دولت سے مالا مال رکھے۔ آمین

درخواست دعا

شعبہ کمپیوٹر مجلس خدام الاحمدیہ کے کمپیوٹر آپریٹر مکرم طارق محمود صاحب ناصر کافی دنوں سے گردوں کی تکلیف کی وجہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

ہمیں روزانہ کتنی توانائی درکار ہے؟

(مُرسلہ:۔ اے۔ ایچ۔ آسی، لاہور)

اس دنیا میں مختلف ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے ہمارا صحت مند، چاق و چوبند اور توانا رہنا بے حد ضروری ہے۔ ہم جو غذائیں استعمال کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک ہمیں توانائی کی ایک مخصوص مقدار فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بعض غذائیں کم مقدار میں ہونے کے باوجود ہمیں بڑی مقدار میں توانائی مہیا کرتی ہیں جب کہ کچھ غذائیں زیادہ مقدار میں لینے کے باجود ہمیں بہت تھوڑی توانائی حاصل ہوتی ہے۔

عمر اور اپنی گھریلو اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے ہر فرد کی روزانہ توانائی کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ یہ جاننا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہماری عمر اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے ہمیں روزانہ کتنی توانائی درکار ہے۔ اگر ہمیں کم توانائی حاصل ہو رہی ہے تو ہماری صحت متاثر ہوگی اور جسمانی نشوونما پر برا اثر پڑے گا۔ اگر توانائی زیادہ حاصل ہو رہی ہے تو ہمارا وزن بڑھ جائے گا اور موٹاپے سے پیدا ہونے والے عارضے ہمیں گھیر لیں گے۔ آئیے جائزہ لیں کہ ہمیں موزوں مقدار میں توانائی حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

توانائی کو "حرارے" یا "کلوری" (کیلری) CALORY کی صورت میں ناپا جاتا ہے۔ ایک "حرارہ" یا "ایک کلوری" سے مراد حرارت کی وہ اکائی ہے جو ایک کلو گرام پانی کے درجہ حرارت میں ایک درجہ سینٹی گریڈ کا اضافہ کر دے۔ مختلف عمر کے افراد کو روزانہ مختلف مقدار میں حرارے درکار ہوتے ہیں۔

عمر اور روزانہ درکار حرارے

ایک سال سے کم 1129، ایک سے تین سال 1300، چار سے چھ سال 1700، چھ سے چودہ سال 1900، پندرہ سال سے زائد عمر کے لڑکے 2500، پندرہ سال سے زائد عمر کی لڑکیاں 2100، حاملہ خواتین 2500، دودھ پلانے والی خواتین 3000، سخت محنت کرنے والے مرد 3500

مختلف غذائی اشیاء میں حراروں کی تعداد (ایک اونس غذا میں)

اناج

مکئی کے تازہ بھٹے 23، خشک مکئی 97، جو 106 حرارے
چاول 100، سویاں 102، آٹا 100، چنے کی دال 98 حرارے
چنا 96

تازہ و خشک میوے

بادام 186، کاجو 109، کشمش 91، کھوپرا 126، پستہ 178، اخروٹ 195، سیب 16، کھجور 80، گریپ فروٹ 9، امرود 19، لیموں 17، آم 14، مالٹا 14، پپیتا 11، تربوز 5، کیلا 22، آڑو 11، ناشپاتی 15، خوبانی 11، انناس 14، انار 18 حرارے،

سبزیاں ترکاریاں

بینگن 10، پھول گوبھی 11، ککڑی 4، بھنڈی 12، آملہ 17، مٹر 31، کدو 8، ٹماٹر 6، شلجم 10، بتھوا 10، بند گوبھی 9، دھنیا سبز 13، کڑی پتہ 28، پالک 9، چقندر 18، گاجر 13، پیاز 17، آلو 28، مولی 6، شکر قندی 37، ہری مرچ 12، خشک مرچ 70، لہسن 40، لیموں کا چھلکا 37، پان 12 حرارے،

دودھ اور دودھ سے بنی ہوئی اشیاء

گائے کا دودھ 18، بھینس کا دودھ 23، کریم نکالا ہوا دودھ 8، کریم نکالا ہوا خشک دودھ 101، مکھن 200، مٹھائی 4، پنیر 99، دہی 14، گھی 230 حرارے،

گوشت

بڑا گوشت روکھا 32، بکری کا گوشت روکھا 55، مرغی 31، انڈے (مرغی کے) 49، بطخ 33، پامفریٹ (چھما مچھلی) 22، جھینگے 24، کلیجی 43،

متفرق اشیاء

کیک پیسٹری 100، روغن جگر ماہی (کاڈ لیور آئل) 256، شہد 9، ساگودانہ 100، شکر 100، گنے کا رس 90، ناریل کا پانی 5، الائچی 65، لونگ 83، زیرہ 101، رائی 154، جائفل 134،

(مرسلہ:۔ اے۔ ایچ۔ آسی لاہور)

سالنامہ اور قارئینِ خالد

انشاءاللہ اکتوبر کا شمارہ "سالنامہ" ہوگا۔ قارئین اپنی پسند کا جو مضمون یا آرٹیکل بھیجنا چاہیں تو ہمیں 30 جون تک ارسال کردیں۔ ہاں اگر کسی موضوع پر آپ کوئی آرٹیکل پڑھنا چاہتے ہیں تو ہمیں لکھیں ہم آپ کی پسند کا پورا پورا احترام کرینگے اور کوشش کرینگے کہ کسی سے لکھوا کر شائع کریں۔ انشاءاللہ

سپورٹس نیوز

میراتھن دوڑ

(مرسلہ اظہر احمد- جرمنی)

میراتھن دوڑ

یہ کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی 490 سال پہلے یونان کی فوج میراتھن کے مقام پر اپنے سے چار گنا بڑی فوج سے جنگ کر رہی تھی- حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے سب کی پیشگوئی یہ تھی کہ یونان یہ جنگ ہار جائے گا لیکن حیرت انگیز طور پر یونانی فوج یہ جنگ جیت گئی- فوج کا ایک سپاہی جس کا نام فی وی پیڈس تھا، فوراً ہی فتح کی خبر لے کر دارالحکومت ایتھنز کی طرف روانہ ہوگیا- تقریباً 26 میل دوڑنے کے بعد جب یہ سپاہی بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو تھکن سے چور چور تھا اور پور پور پسینے میں شرابور، پھولی ہوئی سانسوں اور بے ہنگم آواز میں اس نے نعرہ لگایا کہ "خوشی منائیے کہ ہم جنگ جیت گئے" اور اس کے فوراً بعد زمین پر گر کر اپنی جان دے دی-

فی وی پیڈس کی یاد میں میراتھن کے مقام سے ایتھنز تک ایک دوڑ کا اہتمام کیا گیا جو کہ 26 میل اور 385 گز پر مشتمل تھی- اس وقت سے آج تک زمانے کے سرد گرم کے باوجود اور سیاست و حکومت کے مختلف انداز و اطوار سے بے پروا، اہل یونان اس دوڑ کا اہتمام کرتے رہے ہیں-

1896ء میں پہلی دفعہ 26 میل پر مشتمل میراتھن دوڑ کو اولمپک کھیلوں کے مقابلے میں شامل کرلیا گیا اور اس وقت سے آج تک یہ دوڑ اولمپک کھیلوں میں شامل ہے اور ہر دفعہ دنیا بھر کے نامی گرامی دوڑنے والے اس میں شامل ہو کر اور ریکارڈ توڑ کر اپنے اپنے ملکوں کا نام روشن کرتے ہیں-

وقت کے ساتھ ساتھ دنیا کے کئی شہروں نے میراتھن دوڑ کو اپنا لیا ہے اور اس وقت کئی شہروں میں ہر سال یہ دوڑ پابندی سے منعقد کی جاتی ہے جس میں ہزارہا لوگ شرکت کرتے ہیں- شہروں میں جو میراتھن ہوتی ہیں گو کہ ان میں اول، دوم، سوم آنے والوں کا اعلان کیا جاتا ہے لیکن شہروں میں ہونے والی میراتھن کا اصل مقصد لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ کھلی فضا میں دوڑنا صحت کے لئے انتہائی مفید ہے- شہروں میں سب سے پرانی میراتھن بوسٹن سٹی میراتھن ہے جس کا انعقاد 19

اپریل 1897ء سے ہو رہا ہے۔ 1897ء سے ہی ناروے میں میراتھن چمپئن شپ کا انعقاد کیا گیا تھا۔

گزشتہ 20 برسوں میں میراتھن دوڑ دنیا میں بہت زیادہ مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ نیویارک، لندن، ڈبلن، پیرس، برلن، ماسکو، ٹوکیو اور دیگر کئی شہروں میں میراتھن کا انعقاد ہر سال پابندی سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف شہروں میں میراتھن دوڑ میں جدتیں بھی پیدا کی گئیں ہیں۔ کہیں یہ آدھی میراتھن ہوتی ہے۔ کہیں پر دس کلومیٹر کی دوڑ ہوتی ہے۔ بعض شہروں میں عورتوں اور بچوں کی علیحدہ میراتھن دوڑ ہوتی ہے۔ میراتھن میں معذور افراد بھی حصہ لیتے ہیں۔ بعض لوگ جہاں اپنی وہیل چیئر پر ہوتے ہیں تو بعض لوگ بیساکھیوں کے سہارے یہ فاصلہ طے کرتے ہیں۔

دنیا کی سب سے طویل میراتھن

1929ء میں 3 ہزار 6 سو 65 میل لمبی دوڑ کا انعقاد کیا گیا جو کہ نیویارک سے شروع ہو کر لاس اینجلس کے راستے سے کیلی فورنیا میں ختم ہوئی۔ اس دوڑ میں فن لینڈ کے جونی سالو اول آئے، جنہوں نے یہ فاصلہ 79 دنوں میں طے کیا۔

آج کل آسٹریلیا میں چھ سو اٹھاون میل پر مشتمل طویل ترین دوڑ ہر سال ہوتی ہے جو سڈنی سے میلبورن تک منعقد کی جاتی ہے۔

دنیا کی سب سے طویل دوڑ

امریکہ کے رابرٹ سویٹ گل نے تنہا دس ہزار چھ سو آٹھ میل دوڑ کر سب سے طویل دوڑ کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ انہوں نے امریکہ کے شہر واشنگٹن سے دوڑنا شروع کیا اور امریکہ کے چاروں طرف دوڑتے ہوئے انہوں نے دوبارہ واشنگٹن پہنچ کر اپنی دوڑ ختم کی۔ امریکہ کے چاروں طرف سب سے تیز دوڑنے کا ریکارڈ 46 دن 8 گھنٹوں اور 36 منٹ میں قائم کیا گیا جو کہ فرینک گنی نانو نے 3 ہزار ایک سو میل کا فاصلہ طے کر کے کیا۔

سب سے زیادہ فاصلہ طے کرنے والا شخص

برطانیہ کے ڈگلس السٹر گورڈن نے 40 برسوں میں 21 لاکھ 6 ہزار میل کا فاصلہ طے کیا۔

ڈاکٹر رون ہل نے ایک سو گیارہ میراتھن میں حصہ لیا۔ انہوں نے 20 دسمبر 1964ء سے 14 جولائی 1988 تک روزانہ دو دفعہ دوڑنے کی پریکٹس کی۔ صرف اتوار کو وہ ایک دفعہ دوڑتے تھے اور صرف 23 دسمبر 1964ء کو ایک دفعہ دوڑے۔

برطانیہ ہی کے مالکم کیمبل نے 1985ء میں مختلف میراتھن میں دوڑ کر پانچ ہزار پانچ سو دو میل کا فاصلہ طے کیا۔

اس وقت دنیا کے کئی ملکوں کے شہروں میں اور پہاڑی علاقوں میں میراتھن کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں دوڑنے والوں کو پہاڑوں کی چڑھائی اور اترائی میں فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ کئی شہروں میں دوڑنے والے الٹے بھی

(پشت کی جانب) دوڑتے ہیں۔ کئی شہروں میں ٹرائی تھیلون اور ڈیکا تھیلون کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان دوڑوں میں دوڑنے کے ساتھ ساتھ سائیکلنگ، سوئمنگ، گھوڑ دوڑ بھی شامل ہوتی ہے۔

پاکستان میں میراتھن کی مقبولیت

پاکستان میں بھی لوگوں میں رفتہ رفتہ میراتھن دوڑ کی اہمیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ پاکستان کے ڈاکٹروں کی ملک گیر تنظیم پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے گزشتہ تین سال سے کراچی میں میراتھن دوڑ کرانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ یہ میراتھن کراچی سٹی ہاف میراتھن کہلاتی ہے اور ہر سال جنوری کے آخری جمعہ کو ہوتی ہے۔ یہ میراتھن پی ایم اے ہاوس کراچی سے شروع ہوتی ہے اور 13 میل 185ء5 گز کا فاصلہ طے کر کے پی ایم اے ہاوس پر ہی ختم ہوتی ہے۔ کراچی میں ہونے والی پہلی میراتھن میں صرف 1300 مردوں، عورتوں اور معذور افراد نے حصہ لیا تھا۔ جب کہ دوسری میراتھن میں کم و بیش تین ہزار افراد نے حصہ لیا۔ میراتھن میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔

گو کہ میراتھن کا اصل مقصد عام لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنا ہوتا ہے کہ کھلی فضا میں دوڑنا انسانی صحت کے لئے انتہائی مفید ہے لیکن اس میراتھن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض دوسرے معاشرتی مسائل پر بھی عام لوگوں کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اس سال کراچی میں پی ایم اے کے تحت کراچی سٹی ہاف میراتھن میں سول اسپتال کے گردے کے مریضوں کے لئے عطیات جمع کئے گئے۔ ان عطیات سے جو رقم جمع ہوئی ہے اسے گردے کی منتقلی کے مریضوں کو دوائیں فراہم کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

پاکستان میں لاہور کے قریب باٹا پور میں بھی مختصر فاصلے کی ایک میراتھن گزشتہ بیس سال سے پابندی سے منعقد ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ ایبٹ آباد کے شہری بھی میراتھن میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

دنیا بھر میں صحت سے متعلق آگاہی بڑھ جانے کی وجہ سے اب بہت بڑی تعداد میں لوگ میراتھن دوڑوں میں حصہ لینے لگے ہیں۔ پابندی سے جوگنگ کرنا یا کھلی فضا میں تیز چلنا صحت کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر اچھے جوتے پہن کر یا پابندی کے ساتھ اس ورزش کو اپنایا جائے تو دل کی بیماریوں میں نمایاں کمی آ سکتی ہے، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ لوگ جو مناسب جوتوں کے بغیر بڑے فاصلے کی دوڑ میں حصہ لیتے ہیں ان کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ دوڑنا جہاں صحت کے لئے مفید ہے وہاں صحت کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے اگر مناسب احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں۔

جہانِ نو

مؤذن گھڑی، جھنجھوڑنے والا الارم، سوئی سے بے نیاز انجکشن

کوزے میں دریا

کیا آپ یقین کریں گے کہ ایک چھوٹی سی ڈسک میں دس لاکھ کتابوں کو بہ آسانی سمودیا گیا ہے اور ان دس لاکھ کتابوں میں سے ہر ایک کتاب تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

"مؤذن" گھڑی

روزانہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے محلے کی مسجد سے اذان کی آواز نہیں آتی اور آپ وقت پر نماز ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس مشکل کو ایک امریکی مسلمان سلام قریشی کی کمپنی نے حل کر دیا ہے۔ اس کمپنی نے کلائی کی ایک ایسی گھڑی تیار کرلی ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں آپ کو پانچوں نمازوں کے اوقات سے آگاہ کرسکتی ہے۔ مثال کے طور پر عصر کی نماز کا وقت ہو تو گھڑی آپ کو اشارہ دے گی اور گھڑی کے ڈائل پر تیر کا ایک نشان نمودار ہوجائے گا جو قبلے کی سمت کی نشاندہی کر رہا ہوگا۔ اس گھڑی میں دو مائکرو پروسیسر لگے ہوئے ہیں جو سورج اور چاند کی پوزیشن اور سمت کا تعین کرتے ہیں۔

بیک وقت چھ کیسٹ

اب آپ کو بار بار اٹھ کر کیسٹ ریکارڈر میں کیسٹ تبدیل کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ کیونکہ اب ایک نئے ماڈل کی کیسٹ ڈیک میں بیک وقت چھ عدد کیسٹ لگانے کی گنجائش موجود ہے۔ ڈیک ان تمام کیسٹوں کو یکے بعد دیگرے بجاتا جائے گا یا انہیں منتخب کرکے بھی بجا سکے گا۔ اگر اس کیسٹ ڈیک کو سی ڈی (کومپیکٹ ڈسک) پلیئر کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ چھ عدد سی ڈی کی ریکارڈنگ کو چھ کیسٹوں پر منتقل کرسکتا ہے۔

جھنجوڑنے والا الارم

آپ اپنے کسی دوست کو نصیحت کریں "میاں صبح سویرے اٹھا کرو۔ صحت اچھی رہے گی"۔ اور آپ کے دوست منہ بنا کر کہیں "یار کیا کروں ایسی پکی نیند سوتا ہوں کہ الارم بھی میری نیند کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا"۔ اس وقت آپ اپنے دوست کو "جھنجوڑنے والا الارم" خریدنے کا مشورہ دیں۔ اس الارم کو آپ اپنے سرہانے رکھنے کی بجائے

اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر میٹھی نیند سو جائیں۔ مقررہ وقت پر الارم ٹرن ٹرن کی آواز نکالنے کی بجائے خود تیزی سے ہلنا شروع کر دے گا۔ اس کے ہلنے سے آپ کے تکیہ میں بھی لرزش پیدا ہو گی اور آپ اپنا سر اس پیار سے جھنجوڑے جانے پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں گے۔ یہ الارم سماعت سے محروم افراد کے لئے بھی بہت موزوں ہے۔

خبردار فضا آلودہ ہے

آپ سگریٹ نہیں پیتے۔ بہت اچھا کرتے ہیں، لیکن آپ اسی فضا میں سانس تو لیتے ہیں جس میں روزانہ کروڑوں سگریٹ پھونکے جا رہے ہیں اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ آلودہ فضا میں سانس لینا صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ اوہو، آپ تو خفا ہونے لگے، ہمارا مقصد یہ تو نہیں کہ خدانخواستہ آپ سانس لینا ہی چھوڑ دیں۔ ہم تو آپ کو ایک جدید آلے سے متعارف کروانا چاہ رہے تھے جو فضا میں کاربن مونو آکسائیڈ کی زیادتی کو محسوس کر کے آپ کو فوراً خبردار کر دیتا ہے۔ آپ اس آلے کو ساتھ رکھیں۔ یہ تین دائروں کے ذریعہ نشاندہی کر سکتا ہے کہ فضا میں کاربن مونو آکسائیڈ کا تناسب کم ہے، درمیانہ ہے یا بہت زیادہ ہے۔ آپ خطرہ محسوس کر کے کسی اور مقام پر منتقل ہو سکتے ہیں۔ کاربن مونو آکسائیڈ، تمباکو نوشی سے پیدا ہو یا گاڑیوں کے دھوئیں کی صورت میں، یہ آلہ دونوں صورتوں میں آپ کو خبردار کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

سوئی سے بے نیاز انجکشن

جب آپ ڈاکٹر صاحب کے ہاں "سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری" کی تصویر بنے پہنچتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب آپ کو ٹھونک بجا کر دیکھ لینے کے بعد ایک ڈراؤنا سا انجکشن اٹھاتے ہیں اور اس میں ایک لرزہ خیز سوئی نصب کر کے آپ کے بازو میں گھونپنے کی تیاری کرتے ہیں تو اس وقت کی کیفیت وہی جانتا ہے جس پر یہ مشکل گھڑی گزری ہو۔

اب آپ اطمینان رکھئے۔ یہ "دور سیاہ" اب ختم ہونے کو ہے۔ آپ نے اسٹار ٹریک فلموں میں ڈاکٹر میکوائے کو یہ حرکت کرتے دیکھا ہو گا کہ موصوف اپنے مریض کو ایک ایسا انجکشن لگاتے ہیں جس میں سوئی کا بکھیڑا ہی نہیں۔ یہ تو ہے سائنس فکشن کی بات۔ اب "فلاڈلفیا" (امریکہ) کے ڈاکٹر بینجمن روبن، بلا سوئی انجکشن کے تصور کو حقیقت کا روپ دینے کی کوشش میں ہیں۔ اس کے بعد دنیائے طب میں ایک انقلاب آجائے گا اور بنی نوع انسان اس تکلیف سے نجات پا جائے گی۔

اس انجکشن کا قصہ یہ ہے کہ اس میں نہایت تیز رفتار اور دباؤ کے ساتھ مریض کے خلیات کے درمیان دوا داخل کی جائے گی۔ اس طرح تکلیف موجودہ لمبی لمبی اور خوفناک سوئیوں کے مقابلہ میں بہت کم رہ جائے گی۔ اس ایجاد کو مزید بہتر اور کم قیمت بنانے پر اور سہل استعمال بنانے پر ڈاکٹر صاحب کام کر رہے ہیں۔ خاص طور پر ذیابیطس کے مریض کو انسولین کے انجکشن کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور انسولین صرف انجکشن کی صورت میں

لی جا سکتی ہے۔ اس انجکشن کی کامیاب تیاری کے بعد ان کا کے انجکشن کو دیکھ کر اتنے زور سے نہیں چلائیں گے کہ
یہ دردِ سر دور ہو جائے گا اور وہ آسانی سے یہ انجکشن لے باہر بیٹھے تمام مریض بھاگ جائیں۔
سکیں گے اور ہاں اب آپ کے برخورداران، ڈاکٹر صاحبان

ایک ہزار روپے کا انعامی مقابلہ

ادارہ خالد ماہنامہ "خالد" و "تشحیذ الاذہان" ربوہ کے ٹائیٹل کو ڈیزائن کروانا چاہتا ہے تاکہ دوسرے بین الاقوامی رسائل و جرائد کی طرح مستقل بنیادوں پر وہ ٹائیٹل (مونو گرام) رسالہ خالد / تشحیذ کی پیشانی کی زینت بن سکے۔ تمام آرٹسٹ صاحبان اور فائن آرٹس میں دلچسپی رکھنے والے احباب کو دعوت عام ہے کہ وہ ایک خوبصورت اور دیدہ زیب ٹائیٹل ڈیزائن کر کے "دفتر ماہنامہ خالد ایوان محمود ربوہ" رجسٹرڈ خط کے ذریعہ بھجوائیں۔ ایک کمیٹی بہترین ڈیزائن کا انتخاب کرے گی اور اس اول آنے والے ڈیزائن کے مالک کو -/1000 روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

ڈیزائن میں مندرجہ ذیل الفاظ ضروری ہیں:- "ماہنامہ خالد ربوہ، ایڈیٹر ......، ماہ اور سن"

"ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ، ایڈیٹر ......، ماہ اور سن"

مقابلے میں شامل ہونے کے لئے آپ کے ڈیزائن یکم اگست 92ء تک دفتر ماہنامہ خالد ربوہ پہنچنے ضروری ہیں۔

اس مقابلے کی جملہ شرائط اور قواعد و ضوابط پر عمل درآمد یا منسوخی، کمیٹی کی اپنی صوابدید پر ہو گا۔

سانحہ ارتحال و درخواستِ دعا

مورخہ 26 مارچ 1992ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے چھ بجے شام مکرم قریشی مسعود احمد صاحب آف دستگیر سوسائٹی کراچی مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ مکرم قریشی صاحب مرحوم جماعت اور انصار اللہ کے مختلف عہدوں پر خدمات بجالاتے رہے۔ نہایت مخلص اور رحم دل تھے۔ جماعت کے ہر فرد سے شفقت کرتے تھے اور غرباء کی مدد کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے تھے اور طبیعت کے حلیم تھے۔ آپ مکرم قریشی محمود احمد صاحب سابق قائد ضلع کراچی کے والد تھے۔

مورخہ 27 مارچ 1992ء بروز جمعہ المبارک بعد نماز جمعہ بیت الاقصیٰ میں مکرم سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ اہل و عیال و عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

سی ایس ایس کا امتحان

تعلیمی مشورے اور معلومات

(مضمون نگار: فرخ احمد کامران، محمد محمود طاہر)

پاکستان میں سول سروس کے حصول کے لئے جو مقابلے کا امتحان دیا جاتا ہے اسے سی ایس ایس (CSS) کہتے ہیں۔ یہ امتحان فیڈرل پبلک سروس کمیشن اسلام آباد کے تحت ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ کامیاب ہونے والے اصحاب کی مختلف شعبہ جات میں گریڈ 17 کی ملازمت کے لئے چناؤ کیا جاتا ہے۔ کامیاب ہونے والے اچھی آسامیوں پر متعین ہوتے ہیں۔ پاکستان میں یہ پرکشش ملازمت ہوتی ہے۔ احمدی نوجوانوں کی راہنمائی کے لئے سی ایس ایس کے امتحان سے متعلقہ قوانین، نصاب اور ضروری معلومات درج کی جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ امسال حکومت کے اعلان کے مطابق سی ایس ایس کے امتحانات 15 اکتوبر 1992ء میں منعقد ہوں گے جس کے لئے درخواست فارم 16 مئی 1992ء سے دستیاب ہوں گے اور درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 30 جون 1992ء مقرر کی گئی ہے۔ یہ فارمز اسلام آباد میں جمع کروائے جائیں گے۔

شرائط امتحان

21 سال سے 30 سال تک کے پاکستانی اور جموں و کشمیر کے باشندے امتحان میں حصہ لے سکتے ہیں۔ سی ایس ایس کے امتحان میں حصہ لینے کے لئے کم از کم تعلیم بی اے، بی ایس سی، ایم بی بی ایس، بی ایس سی انجنیئرنگ سیکنڈ ڈویژن میں ہونی چاہیئے۔

کینڈیڈیٹ کو مقابلہ کے امتحان میں شامل ہونے کے لئے فیڈرل پبلک سروس کمیشن اسلام آباد کی طرف سے دیئے گئے درخواست فارم پر اپنی درخواست = 250 روپے فیس کے ساتھ جمع کروانی ہوگی۔ فیس جمع کروانے کا طریقہ کار درخواست فارم کے ساتھ منسلک ہوگا۔ واضح رہے کہ کوئی کینڈیڈیٹ تین دفعہ سے زیادہ سی ایس ایس کے امتحان میں حصہ نہیں لے سکتا۔

سی ایس ایس کے امتحان کے لئے حکومت پاکستان کی طرف سے مندرجہ ذیل امتحانی مراکز مقرر کئے گئے ہیں۔

اسلام آباد، کراچی، لاہور، فیصل آباد، ملتان، پشاور، کوئٹہ، حیدر آباد، سکھر، گوجرانوالہ، سرگودھا اور ڈیرہ اسماعیل خان۔

سی ایس ایس کے امتحان کے مضامین مع نمبروں کے

(الف) لازمی مضامین: کل نمبر (500)

(I) انگلش مضمون 50 نمبر، (II) جنرل انگلش 100 نمبر (III) جنرل نالج (A) روزمرہ سائنس 50 نمبر، (B) حالات حاضرہ 100 نمبر (C) مطالعہ پاکستان 100 نمبر (IV) اسلامیات 100 نمبر

(ب) اختیاری مضامین: کل نمبر (۶۰۰)

سی ایس ایس کے امتحان کے لئے چالیس اختیاری مضامین ہیں۔ ان میں سے 600 نمبر کا چناؤ کر کے کینڈیڈیٹ بورڈ کو مطلع کرے گا کہ کون سے مضامین کا امتحان دینا مقصود ہے۔ اختیاری مضامین کی تفصیل مع ان کے نمبروں کے درج ذیل ہے:

(1) اکاؤنٹنگ اینڈ آڈٹنگ (200 نمبر)۔ (2) پولیٹیکل سائنس (200 نمبر)۔ (3) اکنامکس (200 نمبر)۔ (4) انگلش لٹریچر (200 نمبر)۔ (5) ایگریکلچر (100 نمبر) (6) سوشیالوجی (100 نمبر) (7) پبلک ایڈمنسٹریشن (100 نمبر)۔ (8) جرنلزم (200 نمبر)۔ (9) جنگلات (100 نمبر)۔ (10) PORE MATHEMATICS (200 نمبر)۔ (11) APPLIED MATHEMATICS (200 نمبر)۔ (12) شماریات (100 نمبر)۔ (13) فزکس (200 نمبر)۔ (14) جیالوجی (200 نمبر)۔ (15) جغرافیہ (200 نمبر)۔ (16) کیمسٹری (200 نمبر)۔ (17)۔ باٹنی BOTANY (200 نمبر)۔ (18) زوالوجی ZOOLOGY (200 نمبر)۔ (19) تاریخ اسلام (200 نمبر)۔ (20) تاریخ پاک و ہند (200 نمبر)۔ (21) برٹش ہسٹری (200 نمبر)۔ (22) یورپین ہسٹری (200 نمبر)۔ (23) امریکن ہسٹری (100 نمبر)۔ (24) قانون (200 نمبر)۔ (25) دستوری لاء (100 نمبر)۔ (26) مرکنٹائل لاء (100 نمبر)۔ (27) مسلم سول لاء (100 نمبر)۔ (28) انٹرنیشنل لاء (100 نمبر)۔ (29) انٹرنیشنل ریلیشن (100 نمبر)۔ (30) فلاسفی (200 نمبر)۔ (31) نفسیات (200 نمبر)۔ (32) اردو (200 نمبر)۔ (33) پشتو (100 نمبر)۔ (34) پنجابی (100 نمبر)۔ (35) سندھی (100 نمبر)۔ (36) فارسی (200 نمبر)۔ (37) عربی (200 نمبر)۔ (38) فرنچ (100 نمبر)۔ (39) بلوچی (100 نمبر)۔ (40) بنگالی (100 نمبر)۔

انٹرویو اور زبانی امتحان: کل نمبر (۳۰۰)

نوٹ: سی ایس ایس۔ کے امتحان سے متعلقہ تمام ضروری معلومات، سابقہ امتحانی پرچہ جات، حل شدہ پرچہ جات اور مکمل نصاب "ڈوگر سنز" 17۔ اردو بازار لاہور سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح "ڈوگر اکیڈمی" نزد وٹرنری کالج لاہور میں امتحانات سے متعلق تیاری کروانے کا بھی انتظام ہے۔

امید ہے کہ احمدی نوجوان سی ایس ایس کے مقابلہ کے امتحان میں بھرپور حصہ لے کر اپنا مستقبل بناتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت کریں گے۔

ہدایات برائے خدمت خلق

- سال میں چھ سے زیادہ فری میڈیکل کیمپس منعقد کرنے والے ضلع کو حسنِ کارکردگی کی خصوصی سند پیش کی جائے گی۔
- خدمت خلق رنگ، نسل، خون، مذہب کی تمیز سے بالاہو کر کریں۔
- خدمت خلق کے کام خدام الاحمدیہ کے پروگرام کا مستقل حصہ ہونے چاہئیں۔
- خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ اپنے بجٹ کا ایک حصہ خدمت خلق کے لئے وقف رکھیں۔
- عطیہ خون، خدمت بھی ہے اور عبادت بھی۔
- ہر مجلس اپنے خدام کی بلڈ گروپنگ کا مکمل ریکارڈ اپنے پاس بھی محفوظ رکھے اور ایک نقل مرکز میں بھی ارسال کی جائے۔
- زیادہ سے زیادہ خدام کو ابتدائی طبی امداد اور شہری دفاع کی تربیت دلانے کا انتظام کریں۔
- ہر محلہ میں یتامیٰ، بیوگان، مساکین اور معذوروں کی خبر گیری کی جائے۔
- عہدیداران ہر وقت اس فکر میں رہیں کہ وہ کس کس طرح مخلوقِ خدا کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور پھر منظم پروگرام بنا کر زیادہ سے زیادہ خدام کو اس میں شریک کریں۔
- انفرادی کاموں کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق کے اجتماعی پروگرام بھی باقاعدگی سے ہونے ضروری ہیں۔

شعبہ خدمت خلق۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء متوجہ ہوں

1۔ اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

2۔ جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار، دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان جو اس سال میٹرک کا امتحان دے چکے ہیں یا دے رہے ہیں اور وہ زندگی وقف کر کے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہوں وہ امتحان کے نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے درخواست وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو بھجوا دیں تاکہ انٹرویو سے پہلے ضروری کاروائی مکمل کی جا سکے۔ درخواست پر والد / سرپرست کے بھی دستخط ضروری ہیں۔

3۔ قرآن کریم ناظرہ صحیح طور پر پڑھنا سیکھیں۔

4۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت اور سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں۔

5۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور امتحان میں اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ وکیل الدیوان تحریک جدید

Monthly

Rabwah

REGD. NO. L. 5830 *Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAZ* June, 1992